اردو میں سائنس فکشن کی روایت

خورشید اقبال

اردو میں سائنس فکشن کی روایت

خورشید اقبال

اردو میں سائنس فکشن کی روایت

خورشید اقبال

عرشیہ پبلی کیشنز
دہلی ۹۵

Urdu Mein Science Fiction Ki Riwayat
By: **Khurshid Eqbal**

نام کتاب : **اردو میں سائنس فکشن کی روایت**

مصنف : **خورشید اقبال**

سنِ اشاعت اوّل : 2015ء

مصنف کا پتہ : Galaxy Apartments
B.L. No. 5, H. No. 5, Kankinara
North 24 Parganas, West Bengal
PIN 743126

فون : 9831794067, 7890023754

ای۔میل : keqbal@gmail.com

ویب سائٹ : **www.khurshideqbal.com**

کمپوزنگ، سرورق : خورشید اقبال

صفحات : 192

قیمت : 100 روپئے

ناشر : عرشیہ پبلیکیشنز، دہلی ۹۵

یہ کتاب قومی کاؤنسل برائے فروغ زبان اردو کے مالی تعاون سے شائع کی گئی ہے

اپنی شریک حیات

شگفتہ یاسمین

کے نام

فہرست

حرف آغاز

میں سائنس کا طالب علم رہا ہوں اور اس پر مستزاد یہ کہ بچپن سے ہی ادب کے مطالعے کی ''لت'' لگی ہوئی تھی۔ یعنی سائنس و ادب دونوں کو ساتھ لے کر چل رہا تھا۔ ایک طرف فزکس، کیمسٹری اور بایولوجی تھیں تو دوسری طرف اردو ناول، افسانے اور شاعری۔ ایک طرف نیوٹن، مینڈل، جولس اور ڈارون تھے تو دوسری طرف ابن صفی، کرشن چندر، ساحر لدھیانوی، منٹو، فیض، غالب اور اقبال۔ میں ایک ساتھ دو دنیاؤں میں جی رہا تھا۔

گریجویشن کے دنوں میں، میں نے پہلا سائنسی افسانہ پڑھا۔ یہ تو اب یاد نہیں رہا کہ وہ افسانہ کون سا تھا یا کس کا لکھا ہوا تھا لیکن اتنا یاد ہے کہ وہ افسانہ انگریزی میں تھا۔ بہرحال میں افسانہ پڑھ کر بری طرح چونک گیا۔ میری حیرت کی انتہا نہ رہی..... یہ کیا؟ ...... ندی کے دو کنارے آپس میں کیسے مل گئے؟ ......کہاں سائنس....اور کہاں ادب؟ ...... یہ دونوں ایک کیسے ہو گئے؟ .... میں نے سوچا ہو نہ ہو مصنف میرے ہی جیسا کوئی لگتا ہے جو سائنس کا طالب علم ہو گا لیکن ادب سے بھی دلچسپی رکھتا ہو گا اور اسی لئے اس نے دونوں کے تانے بانے آپس میں ملا کر یہ کہانی بُن دی ہے۔

جلد ہی میں نے کئی سائنسی ناول اور افسانے پڑھ ڈالے۔ اردو میں بھی مجھے

خان محبوب طرزی کا ایک ناول ''حادثہ'' دستیاب ہوگیا۔ اب جا کے مجھے پتہ چلا کہ یہ تو ادب کی ایک باقاعدہ صنف ہے جس کا نام ''سائنس فکشن'' ہے۔ اس صنف سے میری دلچسپی بڑھتی گئی۔ میں نے نہ صرف انگلش اور اردو میں مختلف مصنفین کے سائنس فکشن پڑھ ڈالے بلکہ اس صنف سے متعلق کئی ناقدانہ اور فنی مضامین کا بھی مطالعہ کیا۔ جلد ہی مجھے اس صنف کی تھوڑی بہت سمجھ آ گئی۔ میں نے اس سلسلے میں ایک مضمون بھی لکھا جو جگتدل سے شائع ہونے والے سالانہ مجلّے ''صدف'' (1987ء) میں شائع ہوا اور کافی پسند کیا گیا۔ لیکن میں اس موضوع پر تفصیل سے کچھ کرنا چاہتا تھا۔ موضوع اتنا وسیع نہیں تھا کہ اس پر پی۔ ایچ۔ ڈی کی جا سکتی۔ لیکن اگست 2012ء میں جب بردوان یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کے لئے کورس ورک کے دوران مقالہ لکھنے کی بات سامنے آئی تو میں نے سوچا کہ کیوں نہ اسی موضوع پر مقالہ لکھا جائے۔ اس طرح میرا کام بھی ہو جائے گا اور میری برسوں پرانی خواہش بھی پوری ہو جائے گی۔ میں نے اپنے استاذ اور نگراں، سابق صدر شعبۂ اردو، ہوگلی محسن کالج، ڈاکٹر محمد شاہد اختر صاحب سے اس سلسلے میں بات کی تو انہیں موضوع پسند آیا اور انہوں نے نہ صرف فوراً منظوری دے دی بلکہ میری بھرپور رہنمائی بھی کی اور صرف تین ماہ کی مختصر سی مدت میں، میں نے یہ پہاڑ جیسا کام مکمل کر لیا۔

آج اسی مقالے کو، بہت ساری تبدیلیوں کے ساتھ، خوبصورت تصاویر سے مزیّن کر کے، کتابی صورت میں ڈھال کر آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ امید ہے میری یہ کاوش آپ کو پسند آئے گی۔ اردو زبان میں جب سائنس فکشن لکھا ہی نہیں جاتا تو بھلا اس موضوع پر تحقیق کون کرے گا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اس موضوع پر کوئی کتاب اب تک میری نظر سے نہیں گزری ہے اور مجھے پورا یقین ہے کہ اس موضوع پر میری یہ کتاب ''شاید'' اردو زبان میں پہلی کتاب ہے (واللہ اعلم)۔

اس تحقیق کو میں نے تقابلی (comparative) انداز میں کیا ہے۔ یعنی اردو

سائنس فکشن کا مقابلہ دیگر مغربی اور مشرقی زبانوں کی سائنس فکشن سے کیا ہے تاکہ یہ سمجھ میں آسکے کہ اردو سائنس فکشن دنیا کی دیگر زبانوں کی سائنس فکشن کے مقابلے میں کتنی آگے یا پیچھے ہے۔اس طرح بڑی آسانی سے ہم دنیا کی زبانوں کے پس منظر میں اردو سائنس فکشن کا مرتبہ متعین کرسکیں گے۔

کتاب کا پہلا باب ''سائنس فکشن: مفہوم، ارتقا اور اہمیت'' ہے۔جیسا کہ نام سے ظاہر ہے،اس باب میں سائنس فکشن کے مفہوم، اس کے عہد بہ عہد ارتقاً اور اس کی اہمیت یا افادیت کا مختصر سا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔سائنس فکشن کیا ہے؟ اس کی شروعات کس طرح ہوئی؟ اس نے رفتہ رفتہ کون سے ارتقائی منازل طے کئے؟ اس کی قسمیں اور ذیلی شاخیں کون کون سی ہیں؟ موجودہ دور میں سائنس فکشن کی اہمیت اور افادیت کیا ہے؟ ان تمام پہلوؤں کا اس باب میں جائزہ لیا گیا ہے۔

دوسرا باب ''سائنس فکشن کا تاریخی پس منظر'' ہے۔اس باب میں مغرب ومشرق کی چند بڑی زبانوں مثلاً انگلش، فرنچ، جرمن، روسی، عربی، فارسی، چینی، جاپانی اور ہندوستانی زبانوں مثلاً ہندی، بنگلہ، مراٹھی، گجراتی، اڑیا، تیلگو اور کنڑ کے سائنسی ادب کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

تیسرا باب ''سائنس فکشن پر مبنی فلمیں'' ہے۔فلمیں بھی ہمارے ادب کا ہی ایک حصہ ہیں۔کوئی بھی فلم پہلے کاغذی صفحات پر وجود میں آتی ہے اس کے بعد کہیں جا کر سیلولائڈ پر اترتی ہے۔اکثر سائنس فکشن فلمیں مشہور سائنس فکشن ناولوں پر مبنی ہوتی ہیں۔اس لئے سائنس فکشن فلموں کو ہم سائنسی ادب سے الگ نہیں کرسکتے۔اس باب میں دنیا کی مشہور سائنس فکشن فلموں کا مختصر جائزہ لیا گیا ہے (اردو/ ہندی سائنس فکشن فلمیں یہاں شامل نہیں ہیں۔انہیں الگ باب میں اردو سائنس فکشن کے ساتھ رکھا گیا ہے)۔

چوتھا باب ''اردو میں سائنس فکشن کی روایت'' ہے۔اس باب میں اردو سائنس

فکشن ناولوں،فلموں اورٹی وی سیریلوں وغیرہ کا بھرپور ارتقائی جائزہ لیا گیا ہے۔

آخر میں ''حرف آخر'' کے عنوان سے ایک مختصر باب میں اس پوری تحقیق سے حاصل ہونے والے نتائج پر بحث کی گئی ہے تاکہ دنیا اور ہندوستان کی دیگر زبانوں کی سائنس فکشن کے مقابلے میں اردو سائنس فکشن کا مرتبہ متعین کیا جاسکے۔

اللہ رب العزت کا شکر ہے کہ اس کی عنایات سے یہ کام میں نے بڑی آسانی سے مکمل کرلیا۔ میں استاد محترم ڈاکٹر محمد شاہد اختر صاحب کا بھی ممنون ہوں جن کی رہنمائی نے میرے لئے اس تحقیق میں بڑی آسانیاں فراہم کیں۔

5/نومبر 2014ء

خورشید اقبال

کانکی نارہ، شمالی چوبیس پرگنہ، مغربی بنگال

www.khurshideqbal.com

Email: *keqbal@gmail.com*

+91-9831794067

سائنس فکشن : مفہوم، ارتقاء اور اہمیت

ادب اور سائنس دو بالکل ہی متضاد علوم ہیں۔ دونوں کے درمیان اتنی گہری خلیج نظر آتی ہے جسے پاٹنا ایک عام آدمی کے لئے تقریباً ناممکن ہے۔ اہل ادب سائنس کو عام طور سے ایک نہایت ہی خشک اور بے لطف علم کہتے ہیں جبکہ سائنس والے ادب کو ایک ایسی بے مقصد سی چیز سمجھتے ہیں جس کی بنیادیں صرف تصورات پر قائم ہیں۔ اس طرح ادب اور سائنس ندی کے دو کناروں کی طرح ساتھ چلتے ہوئے بھی کبھی ایک دوسرے سے نہیں ملتے۔

لیکن کیا یہ حقیقت ہے؟

کیا واقعی ادب اور سائنس کے درمیان واقع یہ گہری خلیج پاٹی نہیں جاسکتی؟

کیا سچ مچ ندی کے ان دو کناروں کو ملانا ممکن نہیں ہے؟

جی نہیں! یہ حقیقت نہیں ہے۔ سائنس اور ادب کے درمیان ایک ایسی صنف کا وجود بھی ہے جس نے ان دونوں کے درمیان کی دوری کو ختم کر دیا ہے۔ جو ندی کے ان دونوں کناروں کے درمیان ایک پل کا کام کرتی ہے... اور وہ صنف ہے.....سائنس فکشن.....

یعنی ایسے ناول یا افسانے جن کی بنیاد سائنسی نظریات، تصورات اور ایجادات پر قائم ہوتی ہے۔ یہ صنف سائنس اور ادب کو آپس میں اس قدر ضم کر دیتی ہے کہ یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا

ہے کہ اسے ہم 'سائنسی ادب' کہیں یا 'ادبی سائنس'۔
آیئے دیکھتے ہیں کہ یہ 'سائنس فکشن' آخر ہے کیا چیز؟

سائنس فکشن کیا ہے؟

Cambridge Academic Content Dictionary میں سائنس فکشن کی حسب ذیل تعریف درج ہے:

"A type of writing about imagined developments in science and their effect on life esp. in the future." [1]

''تصنیف کی ایسی قسم جو سائنس کی قیاسی ترقیات اور زندگی پر، بالخصوص مستقبل میں، ان کے اثرات سے متعلق ہو''

Oxford Advanced American Dictionary میں سائنس فکشن کی تعریف یوں درج ہے:

"A type of book, movie, etc. that is based on imagined scientific discoveries of the future, and often deals with space travel and life on other planets." [2]

''کتابوں یا فلموں وغیرہ کی وہ قسم جو مستقبل کی تخیلاتی سائنسی ایجادات پر مبنی ہو اور زیادہ تر خلائی اسفار اور دوسرے سیاروں پر پائی جانے والی زندگی سے متعلق ہو۔''

The American Heritage College Dictionary میں لکھا ہے:

"A literary or cinematic genre in which the plot is typically based on speculative scientific discoveries, environmental changes, space travel, or life on other planets." [3]

''ایک ادبی یا فلمی صنف جس کا پلاٹ عام طور سے قیاسی سائنسی ایجادات، ماحولیاتی تبدیلیوں، خلائی اسفار یا دیگر سیاروں پر پائی جانے والی زندگی سے متعلق ہو۔''

Encyclopaedia Britannica میں سائنس فکشن کی تعریف میں درج ہے:

"A form of fiction that deals principally with the impact of actual or imagined science upon society or individuals." [4]

''کہانی کی ایک قسم جو بالخصوص سماج یا فرد پر سائنس کے حقیقی یا قیاسی اثرات سے متعلق ہو۔''

آن لائن انسائکلو پیڈیا Wikipedia میں سائنس فکشن کی تعریف میں لکھا ہے:

"Science fiction is a genre of fiction dealing with imaginative content such as futuristic settings, futuristic science and technology, space travel, time travel, parallel universes, and extraterrestrial life." [5]

"سائنس فکشن کہانی کی وہ قسم ہے جس کا تعلق مستقبل کی ترتیبات، مستقبل کی سائنس و تکنالوجی، خلائی اسفار، وقت کا سفر، متوازی عالموں اور غیر ارضی حیات سے ہو۔"

لیکن سائنس فکشن کی سب سے خوبصورت تعریف William Wilson نے اپنی کتاب A Little Earnest Book upon a Great Old Subject کے دسویں باب میں بیان کی ہے۔

"Science-Fiction, in which the revealed truths of Science may be given interwoven with a pleasing story which may itself be poetical and true." [6]

"سائنس فکشن، جس میں سائنسی حقائق کو ایک ایسی دلچسپ کہانی کے ساتھ بُن دیا جاتا ہے جو بذاتِ خود تخیل بھی ہو سکتی ہے اور حقیقت بھی۔"

مندرجہ بالا ساری تعریفوں کی روشنی میں کئی نکتے سامنے آتے ہیں:

۱۔ سائنس فکشن ایک ادبی یا فلمی صنف ہے۔

۲۔ سائنس فکشن کی بنیاد سائنسی نظریات اور تصورات پر قائم ہوتی ہے۔

۳۔ سائنس فکشن میں مستقبل میں ہونے والی سائنسی ایجادات اور فرد یا سماج پر ان کے حقیقی یا قیاسی اثرات کا تصور پیش کیا جاتا ہے۔

۴۔ سائنس فکشن کے موضوعات عموماً سائنسی ایجادات، خلائی اسفار، ماحول میں واقع ہونے والی تبدیلیاں اور دیگر سیاروں پر رہنے والی مخلوق وغیرہ ہوا کرتے ہیں۔

سائنس فکشن ادب کی ایک ایسی صنف ہے جس کی بنیاد ''کیا ہوگا اگر....؟''
(What if?) پر قائم ہے۔

☆ کیا ہوگا اگر انسان چاند پر بستیاں بسا لے؟

☆ کیا ہوگا اگر زمین کا درجۂ حرارت بہت زیادہ بڑھ جائے؟

☆ کیا ہوگا اگر کوئی بہت بڑا پتھر آسمان سے آ کر زمین سے ٹکرا جائے؟

☆ کیا ہوگا اگر انسان پرندوں کی طرح آسمان میں اڑنے لگے؟

☆ کیا ہوگا اگر انسان بیماری اور بڑھاپے پر قابو پالے؟

ایسے ہی لاتعداد سوالات سائنس فکشن نگار کے ذہن میں کلبلاتے ہیں۔ پھر وہ ان سوالوں کے جواب ڈھونڈتا ہے اور انہیں اپنے تصور کی مدد سے ایک کہانی میں ڈھال کر دنیا کے سامنے پیش کر دیتا ہے۔ اس کی ایک بڑی ہی اچھی مثال ایچ۔ جی۔ ویلس کا ناول *The Invisible Man* ہے جس کی بنیاد اس بات پر رکھی گئی ہے کہ ''کیا ہوگا اگر انسان غیر مرئی (invisible) ہو جائے؟''

ویلس نے اس مفروضے کے گرد ایک خوبصورت کہانی بُن دی ہے۔ ناول کا ہیرو Griffin کچھ سائنسی تجربات کے بعد خود کو غائب النظر بنانے میں تو کامیاب ہو جاتا ہے لیکن اس کے بعد وہ خود کو پہلے جیسی حالت میں واپس لانے میں ناکام رہتا ہے۔ اس دوران لوگوں کو اس کے بارے میں پتہ چل جاتا ہے اور اسے مختلف مقامات پر پناہ لینی پڑتی ہے۔ آخر وہ غصے میں آ کر ''خوف کی حکومت'' (Reign of terror) قائم کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے۔ لیکن آخر کار لوگ اسے گھیر کر مار ڈالتے ہیں۔ مرنے کے بعد اس کا مردہ جسم دھیرے دھیرے سب کی نگاہوں کے سامنے واضح ہو جاتا ہے۔

یہاں اس پورے ناول کی بنیاد بس ایک سوال پر قائم ہے.... ''کیا ہوگا اگر کوئی انسان غیر مرئی ہو جائے؟''

سائنس فکشن وہ ادبی صنف ہے جس میں ایسے ناول اور افسانے شامل ہیں جن میں مستقبل کی دنیا میں ہونے والی سائنسی ترقیوں اور انسانی سماج پر ان کے ممکنہ اثرات کا ذکر کیا جائے اور جن کے موضوعات عموماً نت نئی سائنسی ایجادات، ماحولیاتی تغیرات، خلائی اسفار اور دوسری دنیاؤں کی مخلوقات سے متعلق ہوں۔

سائنس فکشن کی ایک جانب فنٹاسی (Fantasy) ہے یعنی ''ناممکن تصورات کا ادب''........تو دوسری جانب ادب کی بقیہ جملہ اصناف ہیں جو''حقیقت'' کو پیش کرتی ہیں ،خواہ وہ ماضی ہو، حال ہو یا مستقبل......اور ان دونوں انتہاؤں کے درمیان ،سائنس فکشن ادب کی وہ صنف ہے جو''ممکن کا تصور'' پیش کرتی ہے۔اس کی سرحدیں ہماری اس دنیا سے کائنات کی ان آخری حدوں تک پھیلی ہوئی ہیں جہاں تک انسانی تخیل کی پرواز اسے لے جاسکتی ہے خواہ وہ ماضی ہو، حال ہو یا مستقبل یا پھر زمان ومکاں کی کوئی اور ہی صورت۔

انسانی ذہن اور خاص طور سے ایک ادیب کا ذہن ہمیشہ نت نئے تصورات کی آماجگاہ بنا رہتا ہے۔اپنی تخلیقات کو زیادہ سے زیادہ دلچسپ اور عوام میں مقبول بنانے کے لئے اکثر ادیبوں نے تصورات کی دنیا میں اپنے خیالات کے گھوڑے دوڑائے اور اپنے ناولوں میں اپنے کرداروں کو محیر العقول کارنامے انجام دینے پر مجبور کیا اور نتیجے میں ایک طرف طلسمی کہانیاں وجود میں آئیں تو دوسری طرف سائنسی کہانیاں ۔اصل میں یہ بھی ادیب کی ذہنی کیفیت پر منحصر تھی۔جن ادیبوں کے ذہن پر جنوں اور پریوں کا 'غلبہ' تھا انہوں نے 'الف لیلہ'، 'طلسم ہوش ربا' اور 'قصہ چہار درویش' جیسے داستانوں کی تخلیق کی اور جو لوگ بیدار ذہن تھے،جن کے اندر سائنسی نظریوں کو سمجھنے کی لیاقت تھی، انہوں نے ان نظریوں اور کلیّوں (Laws) کو بنیاد بنا کر ناول اور افسانے لکھے۔ان ناولوں اور افسانوں میں ان کے کردار بھی محیر العقول کارنامے انجام دیتے نظر آتے ہیں لیکن کسی طلسمی چراغ یا انگوٹھی کی مدد

سے نہیں بلکہ سائنسی حربوں اور آلات کی مدد سے۔

سائنسی ناول طلسمی ناولوں کی طرح اوٹ پٹانگ نہیں ہوتے۔ان میں عجیب وغریب باتیں ضرور ہوتی ہیں مگر وہ باتیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ان کی بنیاد ٹھوس سائنسی سچائیوں پر قائم ہوتی ہے۔اکثر ایسا ہوا ہے کہ کسی ناول نگار نے اپنے ناول میں کسی عجیب وغریب مشین یا حربے کا ذکر کیا،اس زمانے کے لئے وہ مشین ایک اعجوبہ اور محض ادیب کا تصور معلوم ہوتی ہے مگر چند برسوں کے بعد ہی وہ تصور حقیقت کا روپ دھار لیتا ہے اور سائنس داں وہ مشین ایجاد کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

کئی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔سولہویں اور سترہویں صدی میں، جب ہوائی جہاز ابھی ایجاد نہیں ہوئے تھے، کئی ایسے سائنسی ناول لکھے گئے جن میں ان کے کردار خلائی جہاز ایجاد کرتے ہیں اور چاند ستاروں کی سیر کرتے ہیں۔ان ناولوں میں راکٹ کا اصول، زمین کی کشش وغیرہ کا مبہم سا ذکر موجود ہے جو آج سچائی بن کر ہمارے سامنے آچکی ہیں۔مختلف یوروپی سائنسی ناولوں میں طرح طرح کے حربوں اور ہتھیاروں کا ذکر ہے جو اس زمانے میں نہیں تھے مگر آج ان کی ایجاد ہو چکی ہے۔

اردو میں بھی ابن صفی کی کردار تھریسیا کے ہاتھوں میں اس وقت لیزر گن (قاتل شعائیں خارج کرنے والی پستول) دکھائی دیتی ہے جب لیزر شعائیں ابھی تجرباتی مراحل میں ہی تھیں۔اس طرح کی اور بھی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔

بلکہ بعض اوقات تو اس کے برعکس بھی ہوا کہ ایک ادیب نے ایک تصور پیش کیا اور اس تصور کو بنیاد بنا کر سائنس دانوں نے تحقیق کی اور آخر میں اس تصور کو حقیقت کی شکل دے دی۔اس کی ایک اچھی مثال ایچ۔جی۔ویلس کا ناول ''The Invisible Man'' ہے جس میں اس کا ہیرو ایک ایسا طریقہ ایجاد کرتا ہے جس کے استعمال سے وہ موجود ہوتے ہوئے بھی لوگوں کی نظروں سے غائب ہو جاتا تھا۔حالانکہ اس قسم کی باتیں طلسمی کہانیوں

میں بھی ملتی ہیں جس میں ہیرو ایک ٹوپی، چادر یا کسی خاص ''اسم'' کے ذریعہ غائب ہو جاتا ہے مگر اپنے اس ناول میں ایچ۔ جی۔ ویلس نے ایک مکمل سائنسی نظریہ پیش کیا۔ چونکہ طبیعات کے اصولوں کے مطابق کسی چیز کا دکھائی دینا یا نہ دینا اس بات پر منحصر ہے کہ روشنی کا اس چیز پر کیا اثر پڑتا ہے کیونکہ جب کسی چیز پر روشنی کی شعاعیں پڑتی ہیں تو وہ چیز یا تو انہیں جذب (Absorb) کر لیتی ہے یا منعکس یا منعطف کر دیتی ہے اور نتیجے میں وہ چیز ہمیں دکھائی دے گی یا نہیں دے گی۔ ایک شفاف واسطے (Transparent medium) میں کوئی شفاف چیز ہمیں دکھائی نہیں دیتی ہے بشرطیکہ دونوں کے Refractive Index میں 0.05 سے زیادہ فرق نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ شیشہ پانی میں ڈوبنے کے بعد ہماری نظروں سے غائب ہو جاتا ہے۔ ویلس کا ہیرو ایک خاص طریقے سے اپنے جسم کے تمام خلیوں (Cells) کو شفاف بنا لیتا ہے اور آخر کار وہ غیر مرئی (Invisible) ہو جاتا ہے۔ وہ موجود ہوتے ہوئے بھی لوگوں کو نظر نہیں آتا۔ چونکہ اپنے اس ناول میں ویلس نے ایک مکمل نظریہ پیش کیا تھا اس لئے لوگوں کا چونکنا لازمی تھا اور اس ناول کے شائع ہونے کے دس سال بعد جرمن سائنس داں پروفیسر ڈبلو اسپالٹ ہولز نے مصنف کے خیالات کو بنیاد بنا کر تجربات شروع کئے اور مردہ جانوروں کے اعضاء کو غیر مرئی بنانے میں کامیاب ہو گئے۔

ایک سائنسی ناول نگار اپنے اندر بے پناہ سائنسی لیاقت رکھتا ہے وہ اپنے کرداروں کے ذریعہ ایسے ایسے کارنامے انجام دلاتا ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے یقیناً اس کی نظر جہاں تک دیکھتی ہے وہاں تک ایک سائنس داں کی نظریں ہی پہونچ سکتی ہیں مثال کے طور پر جولس ورن کے ایک ناول *The Mysterious Island* میں اس کا ہیرو اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک ایسے جنگل میں پہنچ جاتا ہے جہاں بے انتہا سردی ہوتی ہے اور آگ جلانے کے لئے ان کے پاس ماچس، آتشی شیشہ یا چقماق پتھر وغیرہ کچھ بھی نہیں ہوتا ہے لیکن ان حالات میں بھی وہ آگ جلانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی اور اپنے دوست کی کلائیوں پر بندھی ہوئی

گھڑیاں اتار کران کے شیشے الگ کر لیتا ہے پھران کو آپس میں ملا کران کے درمیان میں پانی بھر دیتا ہے اور کناروں کو مٹی سے بند کر دیتا ہے اور اس طرح وہ "آتشی شیشہ" بنانے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور اس سے آگ جلا لیتا ہے۔ یہ ہے ایک سائنس فکشن رائٹر کی ذہانت۔

اسی طرح ورن کے ہی ایک ناول *The Adventures of Captain Hatteras* میں اس کا کردار ڈاکٹر کلابونی شفاف برف کے ایک فٹ چوڑے ٹکڑے کو گھس کر اس سے آتشی شیشہ بنا لیتا ہے اور اس سے آگ جلا لیتا ہے۔ برف سے آگ جلانا ایک ناممکن کام معلوم ہوتا ہے اور ایک عام قاری اسے صرف مصنف کا تصور ہی کہہ سکتا ہے مگر 1763ء میں انگلینڈ میں اس پر تجربہ کیا گیا اور لوگوں کو اس میں کامیابی ملی۔

فینی مور کوپر اپنے ناول *The Prairie* میں جنگل کی آگ بجھانے کے لئے آگ کا ہی استعمال کرتا ہے اس ناول میں چند مسافر ایک جنگل سے گذر رہے ہوتے ہیں کہ جنگل میں آگ لگ جاتی ہے اور تیزی سے پھیلنے لگتی ہے مسافر آگ میں بری طرح گھر

ڈاکٹر کلابونی برف سے بنے آتشی شیشے کی مدد سے آگ جلاتے ہوئے

(جولس ورن کے ناول سے ایک تصویر)

جاتے ہیں اور زندگی سے مایوس ہو جاتے ہیں تبھی ایک بوڑھے مسافر کے ذہن میں ایک عجیب سا خیال آتا ہے۔ وہ آس پاس کی کچھ جگہوں کی گھاس صاف کر کے تمام لوگوں کو اس دائرے میں کھڑا کر دیتا ہے اور آس پاس کی گھاس میں آگ لگا دیتا ہے گھاس جلنے لگتی ہے اور تیزی سے جنگل کی آگ کی طرف بڑھنے لگتی ہے (حالانکہ ہوا کا رخ جنگل سے مسافر وں کی طرف تھا) آخر کار جیسے ہی دونوں طرف کے شعلے آپس میں ملتے ہیں آگ بجھ جاتی ہے۔ بظاہر یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے مگر یہ طریقہ بالکل فزکس کے اصولوں کے مطابق ہی ہے۔ جب آگ جلتی ہے تو آس پاس کی ہوا گرم ہو کر اوپر اٹھتی ہے اور اس خالی جگہ کو پُر کرنے کے لئے زمین کی سطح کے پاس کی ہوا آگ کی طرف بڑھتی ہے اسی وجہ سے ہوا کا رخ مسافروں کی جانب ہوتے ہوئے بھی گھاس میں لگی آگ مسافروں کی طرف نہیں بلکہ جنگل کی آگ کی جانب بڑھی تھی اور جب دونوں طرف کے شعلے مل گئے تو اس کے بعد چونکہ دونوں طرف جلنے والی چیزیں باقی نہیں رہیں لہٰذا آگ کا بجھ جانا لازمی تھا۔ یہ طریقہ بعد میں کئی جگہوں پر اپنایا گیا اور اس میں صدفی صد کامیابی ملی۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ سائنسی ناول نگار صرف تصورات سے ہی کام نہیں لیتا ہے بلکہ اپنے تصورات کی بنیاد وہ سائنسی حقائق کو بناتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ یہ فیصلہ کرنا سخت مشکل ہو جاتا ہے کہ اسے ہم ''ادیب'' کہیں یا ''سائنس داں''۔

سائنس فکشن اور فنٹاسی

(Science Fiction & Fantasy)

سائنس فکشن کے مقابلے میں ادب کی ایک اور مشہور و مقبول صنف موجود ہے جسے فنٹاسی (Fantasy) کہا جاتا ہے۔ یہ ادب کی ایک ایسی صنف ہے جس کے پلاٹ میں جادو اور دوسری فوق الفطری قوتیں کارفرما ہوں اور کہانی کا ماحول ایک ایسی تصوراتی دنیا

کا ہوتا ہے جہاں جن، دیو، پریاں اور جادوگر وغیرہ ہوا کرتے ہیں اور جہاں جادو ایک عام سی بات ہوتی ہے۔

اردو میں 'داستان امیر حمزہ'، 'الف لیلہ'، 'قصہ چہار درویش' وغیرہ اور انگریزی میں *Alice Adventures in Wonderland* اور *Harry Potter* سیریز کے ناول فنٹاسی کی بہترین مثالیں ہیں۔

یہاں مصنف کو اپنے خیالات کے گھوڑے دوڑانے کی مکمل آزادی حاصل ہوتی ہے۔ وہ قارئین کو ایسی ایسی دنیاؤں کی سیر کراتا ہے جن کے بارے میں ایک عام انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔ یہاں جن ہوتے ہیں، دیو ہوتے ہیں، پریاں ہوتی ہیں، بے شمار پیروں والے جاندار ہوتے ہیں، آدھے انسان آدھے جانور نما جاندار ہوتے ہیں، مختلف قسموں کے راکشش (Monsters) ہوتے ہیں۔ جہاں جادو اور طلسمات کی مدد سے ہر ناممکن کام ممکن ہو جاتا ہے۔ غرض تصورات کی کوئی انتہا نہیں ہوتی ہے مصنف جہاں تک سوچ سکتا ہے، اپنے قارئین کو لے جا سکتا ہے۔

روڈ مین ایڈورڈ سرلنگ نے بڑا اچھا جملہ کہا تھا:

"science fiction, the improbable made possible; fantasy, the impossible made probable" [7]

''سائنس فکشن غیر اغلب کو ممکن بنانے کا نام ہے اور فنٹاسی ناممکن کو اغلب بنانے کا۔''

سائنسی فنٹاسی

(Science Fantasy)

سائنسی فنٹاسی ایک مخلوط صنف ہے جس میں سائنس فکشن اور فنٹاسی دونوں کی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔سائنس فکشن میں ایسی بعید از قیاس چیزوں کا ذکر ملتا ہے جو اس دنیا میں فی الحال بھلے ہی موجود نہ ہوں لیکن یہ امکان ضرور ہوتا ہے کہ یہ چیزیں مستقبل میں کبھی نہ کبھی ضرور وجود میں آجائیں گی جب کہ دوسری طرف سائنس فنٹاسی میں ایسی غیر حقیقی باتیں سائنس کے پردے میں پیش کی جاتی ہیں جن کا حقیقت بننا محال ہوتا ہے۔ سائنس فکشن میں فوق الفطری باتوں یا چیزوں کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی ہے جب کہ سائنس فنٹاسی میں سائنس کے ساتھ ساتھ بعض فوق الفطری یا خارق العادات باتوں کی بھی آمیزش ہوا کرتی ہے۔

بالکل آسان لفظوں میں ہم سائنس فنٹاسی اس سائنس فکشن کو کہیں گے جو حقیقت سے اتنی دور ہوگئی ہو کہ اس پر فنٹاسی کا گمان ہونے لگے یا ایسی فنٹاسی جس میں سائنس کی آمیزش کردی گئی ہو۔

سائنس اور جادُو

(Science and Magic)

سائنس فکشن میں ٹکنالوجی کا استعمال کیا جاتا ہے جب کہ فنٹاسی میں جادو کا۔ یہ دونوں اصناف ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہوئے بھی آپس میں اس قدر یکسانیت رکھتی ہیں کہ اکثر ان میں امتیاز کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ سائنس اور جادو میں اتنی زیادہ مشابہت پائی جاتی ہے کہ اکثر سائنس ہمیں جادو لگنے لگتی ہے اور جادو، سائنس۔ Arthur C. Clarke نے اس سلسلے

میں ایک بے حد خوبصورت جملہ کہا ہے جسے کلارک کا تیسرا کلیہ بھی کہا جاتا ہے :

"Any sufficiently advanced technology is indistinguishable from magic" [8]

''کسی بھی خاصی ترقی یافتہ تکنالوجی اور جادو میں امتیاز کرنا مشکل ہے''

تکنالوجی کا جادو بن جانا ہم سب اپنی روزمرہ کی زندگی میں دیکھا کرتے ہیں۔آج سے سو دوسو برس قبل کا انسان اگر اس دنیا میں واپس آجائے تو وہ ٹیلی ویژن، موبائل فون یا ہوائی جہاز کو جادو نہیں تو اور کیا کہے گا۔

ایک مصنف اپنے ناول میں جادو یا طلسم کا استعمال کرتا ہے۔اس لحاظ سے تو وہ ناول فنٹاسی کہلانے کا حقدار ہے لیکن مصنف جادو کے پیچھے کوئی ایسا سائنسی جواز پیش کردیتا ہے جو بھلے ہی اس زمانے کے لئے محال نظر آتا ہو لیکن سائنسی نظریات سے اس کو ثابت ضرور کیا جاسکتا ہے، تو اس حالت میں وہ ناول فنٹاسی کے بجائے سائنس فکشن کہا جاتا ہے۔

یہاں بھی H.G.Wells کے مشہور ناول *The Invisible Man* کی مثال دی جاسکتی ہے۔قدیم داستانوں کے ہیرو بھی کمبل اوڑھ کر خود کو دنیا والوں کی نگاہوں سے غائب کرسکتے تھے اور Wells کے ناول کا کردار Griffin بھی خود کو غائب کرسکتا ہے لیکن یہاں Wells نے اس غائب النظری کی خالص سائنسی توضیح بھی پیش کردی ہے اس لئے بھلے ہی آج تک دنیا میں حقیقتاً کوئی اس طرح غائب النظر نہ ہوا ہو لیکن پھر بھی اب یہ جادو نہیں سائنس کہلائے گا اور Wells کا یہ ناول فنٹاسی نہیں بلکہ سائنس فکشن کہلائے گا۔

اس طرح سائنس فکشن اور فنٹاسی کے درمیان کوئی مضبوط دیوار نہیں ہے ۔یہ بس نظریات، اصولوں اور انداز بیان کی بات ہے۔سائنس فکشن میں خلائے بسیط، ٹائم مشین اور سائنسدانوں کی باتیں ہوتی ہیں تو فنطاسی میں اڑنے والا غالیچہ، طلسم اور جادوگر ہوا کرتے ہیں۔اکثر حالات میں یہ فرق باقی نہیں رہتا اور دونوں آپس میں ضم ہوتے دکھائی پڑتے ہیں۔

ہاتھ میں موجود ایک براسلیٹ کی مدد سے کوئی غائب النظر ہو جاتا ہے تو یہ سائنس فکشن ہے اور انگلی میں پہنی ہوئی طلسمی انگوٹھی مدد سے کوئی غائب النظر ہوتا ہے تو یہ فنٹاسی ہے۔ عمل تو دونوں میں ایک ہی ہوا یعنی غائب النظر ہونا۔ لیکن اسے سائنس فکشن کہیں گے یا فنٹاسی، یہ اس کے پیش کرنے کے انداز پر منحصر ہے۔

خارق العادات باتوں کا سائنسی جواز پیش کرنے کا نام سائنس فکشن ہے جب کہ انہیں جادو کہہ دینا فنٹاسی ہے۔ سائنس فکشن ان باتوں کو معلوم سائنسی نظریات اور کلیوں کے ذریعہ ثابت کرتا ہے جب کہ سائنس فنٹاسی معلوم سائنسی نظریات اور کلیوں کو نظر انداز کرتا ہے اور کبھی کبھی خود اپنے کلیے اور نظریات وضع کرتا ہے جن کا معلوم سائنسی نظریات اور کلیوں سے کچھ لینا دینا نہیں ہوتا ہے۔

ان دونوں کے درمیان کوئی لکیر کھینچنی آسان نہیں ہے کیونکہ دونوں ہی نئی دنیاؤں کی سیر کراتے ہیں، دونوں ہی میں انسان عجیب خارق العادت حرکتیں کرتے دکھائی دیتے ہیں، دونوں میں عجیب وغریب مخلوقات اور Monsters پائے جاتے ہیں۔ اب یہ مصنف پر منحصر ہوتا ہے کہ وہ انہیں کس طرح پیش کرتا ہے۔ فرض کریں ایک فنٹاسی ناول میں ایک بربری قوم کو تیروں سے لڑتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ یہ لوگ اپنے قلعے کی فصیلوں پر پھیلے ہوئے ہیں اور پورے جوش وخروش سے اپنے دشمن پر تیروں کی برسات کر رہے ہیں۔ ناول کے پلاٹ میں کئی ایسی چیزیں ہیں جو اسے ایک فنٹاسی ناول بناتی ہیں۔

لیکن اگر مصنف چاہے تو بس ذرا سی تبدیلی کر کے اسے سائنس فکشن بنا سکتا ہے۔ اسے صرف یہ دکھانا ہوگا کہ یہ ایک دوسرے سیارے پر بسنے والے انسان (Aliens) ہیں اور تہذیب وتمدن میں یہ ہم انسانوں سے بہت پیچھے ہیں۔ بس پلاٹ میں تھوڑی سی تبدیلی سے وہی کہانی فنٹاسی سے سائنس فکشن بن جاتی ہے۔ یعنی سب کچھ مصنف کے پیش کرنے کے انداز پر منحصر ہے۔

اس مثال سے یہ بات بخوبی سمجھ میں آجاتی ہے کہ سائنس فکشن اور فنٹاسی میں اتنی مشابہت ہے کہ انہیں ایک دوسرے سے الگ کرنا بے حد مشکل امر ہے۔

سائنس فکشن کی قسمیں

(Types of Science Fiction)

سائنس فکشن کو اکثر دو قسموں میں بانٹا جاتا ہے۔

1. Hard Science Fiction

2. Soft Science Fiction

Hard Science Fiction : ہارڈ سائنس فکشن اس سائنس فکشن کو کہتے ہیں جس کی بنیاد خالص سائنسی معلومات اور نظریات پر رکھی گئی ہو اور تمام تشریحات خالص سائنسی بنیادوں پر دی گئی ہوں اور ان میں تصوراتی اجزاء کی آمیزش بالکل نہ ہو۔ یہ بھی ضروری ہے کہ ان کہانیوں کی بنیاد Physics، Chemistry، Astronomy وغیرہ جیسی Hard Sciences پر قائم ہو۔

Soft Science Fiction : سافٹ سائنس فکشن اس سائنس فکشن کو کہا جاتا ہے جس میں فرد، معاشرہ اور انسانی نفسیات اور احساسات کو سائنسی نظریات اور معلومات پر ترجیح دی گئی ہو۔ ان کہانیوں کی بنیادیں Sociology، Anthropology، Economics، Political Science اور Psychology وغیرہ جیسی Soft Sciences پر قائم ہوں۔

ویسے یہ تعریفیں خاصی لچکدار ہیں۔ آج کل ہارڈ سائنس فکشن اس سائنس فکشن کو کہا جاتا ہے جس میں سائنسی نظریات اور معلومات پر زیادہ توجہ دی گئی ہو اور سافٹ سائنس فکشن اس سائنس فکشن کو کہتے ہیں جو سائنس کی ڈگر سے تھوڑی دور جا پڑی ہو۔

سائنس فکشن کی ذیلی شاخیں

(Sub-genre of Science Fiction)

موضوعات کی بنیاد پر سائنس فکشن کو کئی ذیلی شاخوں میں بانٹا جاسکتا ہے جو درج ذیل ہیں:

<u>Apocalyptic / Post-apocalyptic Science Fiction</u> :

کسی بہت بڑی تباہی (قیامت صغریٰ) کے نتیجے میں انسانی معاشرے کا مکمل خاتمہ اس قسم کی سائنس فکشن کا موضوع ہوتا ہے۔اس عظیم تباہی (قیامت صغریٰ) کے مختلف وجوہات ہو سکتے ہیں۔مثال کے طور پر نیوکلیر جنگیں، تیزی سے پھیلنے والی کوئی لاعلاج وبا، خلا سے گرنے والا کوئی بہت بڑا شہاب ثاقب، روبوٹوں یا کمپیوٹروں کی انسانوں کے خلاف بغاوت، خلا کے باشندوں (Aliens) کا حملہ، آب و ہوا یا ماحول میں ہونے والی کوئی زبردست تبدیلی، مشینوں کا حد سے زیادہ عقلمند ہو جانا، ماحولیاتی وسائل کا ناپید ہو جانا یا ایسی ہی کوئی دوسری قدرتی آفت وغیرہ وغیرہ۔

(دنیا کی تباہی کے موضوعات پر مبنی سائنس فکشن کو Apocalyptic SF اور قیامت صغریٰ کے بعد زندہ بچ جانے والے انسانوں کے ذریعہ دنیا کی تعمیر نو کے موضوعات پر مبنی سائنس فکشن کو Post-apocalyptic SF کہا جاتا ہے۔زیادہ تر کہانیوں میں یہ دونوں ہی موضوعات شامل ہوتے ہیں۔)

مثـــالیں: H. G. Wells کے ناول *The War of the Worlds* میں مریخی باشندے انسانوں پر حملہ کر دیتے ہیں۔Judith Merril کے ناول *Shadow on the Hearth* میں نیوکلیر جنگ کی تباہی کے بعد کی دنیا کو دکھایا گیا ہے۔ René Barjavel کے ناول *Ravage* میں فرانس میں اچانک بجلی کے مکمل طور پر فیل ہو جانے کے بعد مچنے والی تباہی کی کہانی پیش کی گئی ہے۔J. G. Ballard کے ناول *The*

Drowned World میں دکھایا گیا ہے کہ اچانک سورج کی حدت میں اضافہ ہوجانے سے گلیشیر پگھل گئے ہیں اور پوری دنیا پانی میں ڈوب گئی ہے۔ J. G. Ballard کے ناول *The Burning World* میں دکھایا گیا ہے کہ ماحولیاتی آلودگی کی وجہ سے سمندروں کی سطح پر ایک ایسی پرت بن جاتی ہے جو پانی کے بھاپ بننے کے عمل کو روک دیتی ہے۔ نتیجے میں بادل نہیں بنتے اور ساری دنیا زبردست سوکھے کی وجہ سے تباہ ہوجاتی ہے۔

: *Military Science Fiction*

سائنس فکشن کی اس قسم میں کہانی کے اہم کردار فوجی ہوتے ہیں جو عموماً خلا میں یا کسی دوسرے سیارے پر زبردست لڑائیوں میں مصروف ہوتے ہیں۔لڑائیوں کی تفصیلات، جدید ترین ہتھیاروں کا استعمال،لڑنے والوں کی چالیں وغیرہ اس قسم کے ناولوں کا اہم حصہ ہیں۔

مثالیں : Joe Haldeman کا ناول *The Forever War*، David Drake کا ناول *Hammer's Slammers* اور Robert A. Heinlein کا ناول *Starship Troopers* ملٹری سائنس فکشن کی بہترین مثالیں ہیں۔

: *Science Fantasy*

سائنس فنٹاسی ایک مخلوط صنف ہے جس میں سائنس فکشن اور فنٹاسی دونوں کی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ان کہانیوں میں سائنس کے ساتھ ساتھ فنٹاسی کی بھی آمیزش ہوا کرتی ہے جس سے کہانی حقیقت سے کافی دور چلی جاتی ہے لیکن ساتھ زیادہ مزیدار بھی ہوجاتی ہے۔

مثالیں : Robert A. Heinlein کا ناول *Magic, Inc.*، L. Ron Hubbard کا ناول *Slaves of Sleep*، David Lindsay کا ناول *A Voyage to Arcturus* اور Jack Vance کا ناول *Dying Earth* سائنس فنٹاسی کی بہترین مثالیں ہیں۔

<u>Religious Science Fiction</u> :

یہ وہ سائنس فکشن ہے جو کسی نہ کسی مذہب کے نظریات پر مبنی ہوتا ہے۔اس کی مختلف ذیلی شاخیں ہیں:

Islamic Science Fiction : اسلامی سائنس فکشن میں اصل کردار یا پورا معاشرہ مسلم ہوتا ہے اور کہانی میں اسلامی اقدار کی اچھائیاں پیش کی جاتی ہیں ۔ Donald Moffitt کے ناول *A Gathering of Stars* میں مسلم معاشرے کو پوری کہکشاں پر محیط دکھایا گیا ہے ۔ احمد خان کا ترتیب شدہ سائنسی افسانوی مجموعہ *A Mosque Among the Stars* میں اس موضوع پر افسانے جمع کئے گئے ہیں ۔

Christian Science Fiction : یہ وہ کہانیاں ہیں جن کا اصل کردار عیسائی ہوتا ہے اور عیسائی نکتہ نظر کی تبلیغ کرتا ہوا دھائی دیتا ہے۔ Anthony Boucher کا افسانہ *The Quest for St. Aquin* اس کی اچھی مثال ہے۔

Hindu Science Fiction : ہندو مذہبی نکتۂ نظر سے لکھا گیا سائنس فکشن بہت کم دستیاب ہے۔ Jan Lars Jensen کا ناول *Shiva 3000* ہندو سائنس فکشن کی بہترین مثال ہے۔اس میں مستقبل کا ہندوستان دکھایا گیا ہے جہاں سارے دیوتا زندہ اور موجود ہیں۔ شیو کو اس ناول میں ویلن کے طور پیش کیا گیا ہے۔

Jewish Science Fiction : یہ یہودی نظریات پر مبنی سائنس فکشن ہے۔ W.R. Yates کا ناول *Diasporah* اس کی مثال ہے جس میں دکھایا گیا ہے کہ تباہ شدہ اسرائیل کو خلا میں گردش کرتی ہوئی ایک کالونی کی مدد سے پھر سے بسایا جاتا ہے۔

<u>Utopian / Dystopian Science Fiction</u> :

ان کہانیوں میں دکھایا جاتا ہے کہ انسان نے سائنسی اور معاشرتی اصلاحات کی بنیاد پر ایک ایسا آئیڈیل معاشرہ قائم کرلیا ہے جو صد فی صد اچھا ہے۔جس میں کوئی برائی اور

ناانصافی نہیں ہے۔ جو زمین پر بسی ایک جنت ہے۔ایسے معاشرے کو Utopia کا نام دیا جاتا ہے۔اس کا نظریہ سب سے پہلے افلاطون نے اپنی کتاب *The Republic* میں پیش کیا تھا۔Utopian سائنس فکشن میں یہ تصور پیش کیا جاتا ہے کہ انسان جب ترقی کی حدوں کو چھو لیتا ہے تو پھر وہ اتنا سمجھدار ہوجاتا ہے کہ لڑائیوں اور ناانصافیوں کی کوئی ضرورت نہیں رہتی ہے اور ہر آدمی اپنے حقوق باآسانی حاصل کرلیتا ہے۔ Ursula K. Le Guin کا ناول *The Dispossessed* اور Paul Kieniewicz کا ناول *Immortality Machine* کا ناول اس کی مثالیں ہیں۔

Dystopian سائنس فکشن اسی کی ضد ہیں۔ان کہانیوں میں دکھایا جاتا ہے کہ انسانی ہوس اور سماجی ناانصافی نے دنیا پر بھوک،غریبی اور ناانصافی کو عام کردیا ہے۔لوگوں کا جینا محال ہوگیا ہے اور دنیا جہنم کا نمونہ بنی ہوئی ہے۔

George Orwell کا ناول '*1984*' اور Suzanne Collins کا ناول *The Hunger Games* اس قسم کے ناولوں کی مثالیں ہیں۔

<u>Feminist Science Fiction</u>:

یہ وہ سائنس فکشن ناول ہیں جن میں عورتوں کے کردار اور سماج میں ان کی اہمیت سے متعلق کہانیاں ہوا کرتی ہیں۔

مثالیں : بنگالی مسلم خاتون،رقیہ سخاوت حسین نے 1905ء میں دنیا کا پہلا Feminist سائنس فکشن لکھا۔ان کے افسانے *Sultana's Dream* میں مستقبل کا ترقی یافتہ دور دکھایا گیا ہے جس میں پردہ عورتوں کے بجائے مردوں کے لئے لازمی قرار دیا گیا ہے۔Charlotte Perkins Gilman کے ناول *Herland* میں یک جنسی دنیا کا تصور پیش کیا گیا ہے جس میں صرف عورتیں ہی عورتیں ہیں۔

Alternate History Science Fiction :

یہ وہ سائنس فکشن ہے جس میں تواریخ کو آج سے بالکل مختلف انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔ان کہانیوں کی بنیاد What if? پر قائم ہوتی ہے۔ .... مثال کے طور پر: اگر ہٹلر جنگ جیت جاتا تو کیا ہوتا؟ .... اگر ہندوستان آج تک آزاد نہ ہوا ہوتا تو کیا ہوتا؟ اگر دونوں عظیم جنگیں نہ ہوئی ہوتیں تو کیا ہوتا؟.....آج تواریخ کیسی ہوتی؟ اس صنف میں یہی پیش کیا جاتا ہے۔ان کہانیوں کے کردار اکثر ٹائم مشین کا استعمال کر کے ماضی میں جاتے ہیں اور تواریخ کو بدل دیتے ہیں۔

مثالیں : Ward Moore کا ناول *Bring the Jubilee* اس کی بہترین مثال ہے جس میں 'ساؤتھ' American Civil War جیت جاتا ہے۔ Philip K. Dick کے ناول *The Man in the High Castle* میں جرمنی اور جاپان دوسری جنگ عظیم جیت جاتے ہیں۔ Harry Turtledove اس صنف کا ماہر ہے اور اسے Master of Alternate History کہا جاتا ہے۔

Superhuman Science Fiction :

اس قسم کے سائنس فکشن ناولوں کے کردار ایسے انسان ہوتے ہیں جو عام انسانوں سے کئی گنا زیادہ عقلمند ہوتے ہیں اور کئی طرح کی ذہنی اور جسمانی صلاحیتیں رکھتے ہیں جو عام لوگوں میں نہیں پائی جاتی ہے۔ان کی یہ صلاحیتیں قدرتی بھی ہوسکتی ہیں جیسی کی Olaf Stapledon کے ناول *Odd John* اور Theodore Sturgeon کے ناول *More Than Human* میں دکھایا گیاہے یا انسانی کوششوں کا نتیجہ بھی ہوسکتی ہے جیسا A. E. van Vogt کے ناول *Slan* میں پیش کیا گیاہے۔

Anthropological Science Fiction :

سائنس فکشن کی یہ شاخ عمرانیات (Anthropology) کے نکتۂ نظر سے لکھی

جاتی ہے اور نوع انسانی کے مسائل کا احاطہ کرتی ہے۔

مثالیں : Robert J. Sawyer کا ناول *Hominids* اور John Darnton کا ناول *Neanderthal* اس قسم کے سائنس فکشن کی بہترین مثالیں ہیں۔

Cyberpunk :

یہ سائنس فکشن کی مابعد جدید (Postmodern) شاخ ہے جس کا موضوع جدید ترین ٹکنالوجی کے پس منظر میں انحطاط پذیر انسانی زندگی ہے۔آج ایک طرف سائنس و تکنالوجی نے بے انتہا ترقی کی ہے تو دوسری طرف انسانی معاشرہ ٹوٹ کر بکھر رہا ہے۔سائنس فکشن کی یہ شاخ انٹرنیٹ، سائبر اسپیس، سوپر کمپیوٹر، hackers ، artificial intelligence اور megacorporations وغیرہ جیسے موضوعات پر مبنی ہوتی ہے اور انسانی زندگی پر پڑنے والے ان کے برے اثرات کا احاطہ کرتی ہے۔cyberpunk میں جدید ایجادات کا وہ رخ دکھایا جاتا ہے جس کا اندازہ ان کے موجدوں کو بالکل ہی نہیں تھا۔

مثالیں : John M. Ford کا ناول *Web of Angels* اس صنف کی پہلی مثال ہے جو 1980 ء میں شائع ہوا۔ William Gibson کے ناول *Neuromancer* اور *Count Zero* سائبر پنک کی بہترین مثالیں ہیں۔

Biopunk :

یہ سائنس فکشن کی وہ قسم ہے جس کی کہانیوں کی بنیاد بایو ٹکنالوجی (Biotechnology) پر قائم ہوتی ہے۔ان میں Gene ، DNA اور Genetic Engineering کا ذکر ملتا ہے۔انسانی جین میں تبدیلی کر کے نئے Mutants پیدا کرنا اور cloning کرنا اس کے خاص موضوعات ہیں۔

مثالیں : Paul Di Filippo کا ناول *Ribofunk* ، Michael

Blumlein کا ناول *The Brains of Rats* اور Paul J. McAuley کا ناول *White Devils* اس صنف کی مثالیں ہیں۔

:*Steampunk*

سائنس فکشن کی اس شاخ کی شروعات 1980 کی دہائی میں ہوئی۔ یہ وہ کہانیاں ہیں جن کا پس منظر اور ماحول عموماً وکٹورین عہد کا انگلینڈ یا انیسویں صدی کا Wild-west امریکہ ہوا کرتا ہے جس میں بھاپ سے چلنے والی مشینوں کا استعمال بہت زیادہ کیا جاتا ہے۔ان ناولوں میں ایسی مشینوں اور ایجادات کا ذکر ہوا کرتا ہے جیسا H. G. Wells ، Jules Vern اور Mary Shelley کے ناولوں میں ہوا کرتا تھا جیسے ہوا سے ہلکے ہوائی جہاز، analog اور میکانیکی کمپیوٹر وغیرہ۔یعنی یہ اکیسویں صدی میں انیسویں صدی کے انداز کے سائنس فکشن لکھنے کی کوشش ہے۔

مثالیں : Ronald W. Clark کا ناول *Queen Victoria's Bomb* اور Harry Harrison کا ناول *A Transatlantic Tunnel, Hurrah!* وغیرہ اس صنف کی بہترین مثالیں ہیں۔

:*Time Travel Science Fiction / Timepunk*

یہ سائنس فکشن کی بے حد مقبول و معروف شاخ ہے۔اس کے کردار عموماً ٹائم مشین کی مدد سے ماضی یا مستقبل میں جاتے ہیں اور کچھ کارنامے انجام دیتے ہیں۔ Poul Anderson کا ناول *The Time Patrol* اور Paul Levinson کا ناول *The Plot to Save Socrates* اس قسم کے ناولوں کی بہترین مثالیں ہیں۔

: *Mundane Science Fiction*

اس صنف کی بنیاد Geoff Ryman نے 2002ء میں رکھی تھی۔اس قسم کی سائنس فکشن میں کہانی زمین اور اس کے ارد گرد ہی گھومتی ہے اور اس میں صرف انہیں

ایجادات اور تکنالوجی کا ذکر ملتا ہے جو کہانی کی تخلیق کے وقت تک وجود میں آ چکی ہوتی ہیں۔ان کہانیوں میں خلائی سفر اور کہکشاؤں کی سیر کے قصے نہیں ہوتے بلکہ سیدھی سادی زمینی کہانی ہوتی ہے۔

مثالیں : Michael Crichton کا ناول *Jurassic Park* اور George Orwell کا ناول *1984* اس صنف کی بہترین مثالیں ہیں۔

<u>Space Opera</u> :

اس قسم کی سائنس فکشن کا ماحول خلائے بسیط (Outer space) ہوا کرتی ہے۔کہانی کے کردار کسی بہت بڑے خلائی جہاز (Spaceship) میں سوار ہوتے ہیں۔ خلاٗ کی وسعتوں میں دوسرے سیروں کے باشندوں کے ساتھ بڑے پیمانے پر خوفناک لڑائیاں ہوتی ہیں جن میں جدید ترین خطرناک ہتھیار استعمال کئے جاتے ہیں۔

مثالیں : اس صنف کی شروعات Edward E. Smith نے اپنے *Skylark* نامی سیریز لکھی۔ یہ سیریز چار ناولوں پر مشتمل تھی۔ *The Skylark of Space*، *Skylark Three*، *Skylark of Valeron* اور *Skylark DuQuesne*۔

Alastair Reynolds کا *Revelation Space* سیریز اور Peter F. Hamilton کا *Pandora's Star* سیریز وغیرہ اس صنف کی اچھی مثالیں ہیں۔

<u>Science Fiction Comics</u> :

سائنس فکشن کامکس کی شروعات 1930ء میں امریکی اخباروں سے ہوئی۔اس قسم کی سائنس فکشن میں کہانی کو سلسلے وار تصاویر کی مدد سے دکھایا جاتا ہے۔ایسے ناول Graphic Novel کہلاتے ہیں۔سائنس فکشن کامکس امریکہ اور جاپان میں بے حد مقبول ہیں۔

مثالیں : David Cronenberg کا ناول *eXistenZ: A Graphic*

*Novel*اور WarrenEllis کا گرافک ناول *Orbiter* اس کی بہترین مثالیں ہیں۔

Dying Earth Science Fiction :

ان کہانیوں میں مستقبل بعید(Far future) کی عکاسی کی جاتی ہے۔ان میں دکھایا جاتا ہے کہ دنیا کا آخری وقت آپہونچا ہے(End of the world) یا پوری کائنات ہی ختم ہونے والی ہے(End of Time) ۔فطرت کےقوانین تبدیل ہوجاتے ہیں۔ان ناولوں میں دکھائی جانے والی تباہی apocalyptic ناولوں سے مختلف ہوتی ہے۔ان میں کوئی اچانک آجانے والی قیامت صغریٰ کے بجائے دھیرے دھیرے مرتی ہوئی دنیا کا تصور پیش کیا جاتا ہے۔

مثـــالیں : Brian Aldiss کےناول*Hothouse* میں دکھایا گیاہے کہ زمین کی گردش رک گئی ہے اورسورج کی حدت میں بھی اضافہ ہوگیا۔جس کی وجہ سے زمین کا درجۂ حرارت کافی بڑھ گیا ہے ۔ انسان، جانور اور پیڑ پودے دھیرے دھیرے مرتے جارہے ہیں۔Damien Broderick کے مرتب کردہ سائنسی افسانوں کے مجموعے *The Earth is but a star* میں مرتی ہوئی زمین سے متعلق کئی افسانے ہیں۔

Spy-fi :

جاسوسی پر مبنی ان کہانیوں کو پورے طور پر سائنس فکشن تو نہیں کہا جاسکتا ہے لیکن ان کا ایک بڑا حصہ سائنس فکشن کہلانے کا حقدار ہوتا ہے۔ان کہانیوں کا ہیرو جو کسی ملک کا سیکرٹ ایجنٹ (Spy) ہوا کرتا ہے،اکثر ایسے سائنسی ہتھیار اور gadgets استعمال کرتا ہے جو ابھی تک ایجاد نہیں ہوئے ہیں۔اس کے پاس ایسی گاڑیاں ہوتی ہیں خشکی میں بھی چلتی ہیں، ہوا میں بھی اڑتی ہیں اور وقت آنے پر آبدوز کشتی کا روپ بھی دھار لیتی ہیں۔اس کے لائٹر میں کیمرہ ہوتا تو سگار میں پستول۔دوسری طرف ویلن بھی تباہی مچانے کے لئے طرح طرح کے سائنسی حربے استعمال کرتا ہے یہاں تک راکٹوں اور میزائلوں تک کا استعمال کرتا

ہے اور انتہائی محفوظ قسم کے زیر زمین اڈوں میں رہتا ہے۔ان کہانیوں میں اکثر ایک پاگل سائنسداں یا بے حد عقلمند انسان پایا جاتا ہے جو اپنی کسی خطرناک ایجاد کی مدد سے دنیا پر قابض ہونے کا ارداہ رکھتا ہے اور کہانی کا ہیرو اسے ایسا کرنے سے روک کر اسے کیفر کردار تک پہنچا دیتا ہے۔

007

جیمس بانڈ
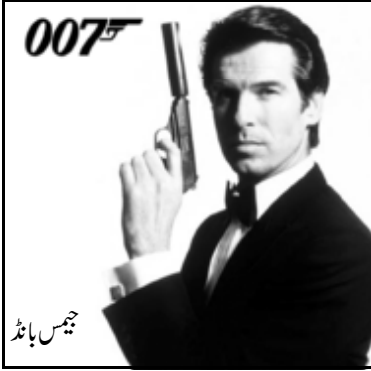
مثــالیں : Ian Fleming کے James Bond 007 سیریز کے ناول، Spy-fi ناولوں کی بہترین مثالیں ہیں۔ اردو میں ابن صفی ، اکرم الہٰ آبادی اور اظہر کلیم کے بعض ناول اسی قسم کے ہیں۔

سائنس فکشن کے چند مقبول موضوعات

(Popular Themes of Science Fiction)

یوں تو سائنس فکشن کے موضوعات کی کمی نہیں ہے۔سینکڑوں موضوعات پر سائنسی ناول اورافسانے لکھے جا چکے ہیں۔لیکن ان میں سے چند موضوعات ایسے ہیں جو بہت مقبول ہیں مثلاً خلائی سفر، ماحولیاتی تبدیلی، آبادی میں زبردست اضافہ، کلوننگ، یادداشت کی منتقلی، جسم کی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقلی، ٹائم ٹریول، نئ دواؤں کی ایجاد، جینیٹک انجینئرنگ، بالکل انسانوں سے روبوٹ (Androids)، حقیقتِ مجازی (Virtual reality)، سائبر جرائم (Cyber crimes) اور نانوٹکنالوجی (Nano technology) وغیرہ۔

سائنس فکشن کے مخفف

(Abbreviations of science fiction)

Forrest J Ackerman ایک امریکی سائنس فکشن نگار اور مدیر تھا۔یہی وہ شخص

تھا جس نے سب سے پہلے یونیورسٹی آف کیلیفورنیا، لاس انجلیس میں سائنس فکشن کے لئے مخفف 'sci-fi' کا ستعمال کیا۔ آگے چل کر یہ لفظ بے حد مقبول ہو گیا۔[9][10]

آج کل سائنس فکشن کے لئے SF یا sf بھی بہت زیادہ استعمال کیا جاتا ہے [11] ۔

سائنس فکشن کا ارتقاء

(Evolution of science fiction)

سائنس فکشن یوں تو ایک جدید صنف ہے لیکن اس کی جڑیں صدیوں پرانے ادب میں پیوست ہیں۔ اس سلسلے کی سب سے پہلی کڑی دوسری صدی عیسوی کے شامی مصنف Lucian of Samosata کی یونانی زبان میں کی گئی تصنیف *True History* کی صورت میں ملتی ہے۔ اس کتاب میں خلائی سفر، سیاروں کے درمیان جنگوں اور Aliens کا ذکر موجود ہے۔ [12]

الف لیلہ کی چند کہانیوں میں سائنس فکشن کے عناصر پائے جاتے ہیں۔

دسویں صدی عیسوی کی ایک جاپانی لوک کہانی *The Tale of the Bamboo Cutter* میں چاند سے آنے والی ایک لڑکی کا ذکر ہے جو بڑی ہونے کے بعد واپس لوٹ جاتی ہے۔

بارہویں صدی میں ابن النفیس نے عربی زبان میں ''الرسالة الكاملية فى السيرة النبويه '' نامی ناول لکھا۔ یہ عربی زبان کا پہلا ناول ہے جس میں سائنس فکشن کے عناصر پائے جاتے ہیں۔ خاص طور سے ناول کے آخری دو باب پورے طور پر سائنس فکشن ہی محسوس ہوتے جن میں قیامت، کائنات کی مکمل تباہی اور مرنے کے بعد کی زندگی کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے۔ ابن النفیس نے ان باتوں کو حیاتیات، فلکیات، طبعیات اور ارضیات کی مدد

سے (جتنا علم وہ اس زمانے میں رکھتا تھا، اس کے مطابق) سمجھانے کی کوشش کی ہے۔

1620 سے 1650 کے درمیان جان کیپلر نے لاطینی زبان میں ایک سائنس فنٹا سی لکھی۔اس ناول میں کچھ بری طاقتیں مشہور نجومی ٹائکو براہے کے ایک شاگرد کو اٹھا کر چاند پر لے جاتی ہیں۔اس ناول میں پہلی بار تفصیلی طور پر یہ قیاس پیش کیا گیا کہ چاند کی سرزمین سے یہ دنیا کیسی لگتی ہے، یہ کس طرح گردش کرتی ہے۔اس کتاب میں چاند سے متعلق کئی اہم باتیں بیان کی گئیں۔اسی بنا پر Carl Sagan اور Isaac Asimov نے اس ناول کو دنیا کا پہلا سائنس فکشن قرار دیا ہے۔[13]

Jonathan Swift نے 1726 میں *Gulliver's Travels* لکھی جس میں سائنس فنٹا سی کے اجزا موجود تھے۔1752ء میں Voltaire نے ایک سائنس فنتا سی *Micromégas* لکھی۔اس ناول میں مائکرو میگاس جو سائریس ستارے کے گرد گردش کرنے والے ایک سیارے کا باشندہ ہے اور 20,000 فٹ لمبا ہے خلا کی سیر کو نکلتا ہے اور مختلف سیاروں سے ہوتا ہوا زمین پر بھی آتا ہے۔

فرانسیسی ڈرامہ نگار Cyrano de Bergerac نے 1754ء میں *A Voyage to the moon: with some account of the Solar World* کے نام سے دو کہانیاں لکھیں۔ان کہانیوں کہ چاند پر ایک utopian معاشرہ قائم ہے جس میں بھوک، مرض اور لڑائیاں نہیں ہیں۔

زیادہ تر لوگوں کا خیال ہے کہ Mary Shelley کا ناول *Frankenstein* پہلا ماڈرن سائنس فکشن ہے اور اسی بنا پر شیلے کو ''مدر آف ماڈرن سائنس فکشن'' کہا جاتا ہے۔ [14]

Edgar Allan Poe نے 1844ء میں *The Balloon Hoax* لکھا جس میں چاند پر سفر کا ذکر کیا گیا تھا۔

لیکن جس شخص کو پہلا حقیقی سائنس فکشن نگار کہا جا سکتا ہے وہ ہے مشہور فرانسیسی ناول نگار جولس ورن جس نے کئی سائنس فکشن لکھے جن میں [1873] *From the Earth To The Moon* اور [1864] *Journey to the Centre of Earth* بہت مقبول ہوئے۔

دوسرا معروف ترین سائنس فکشن نگار H. G. Wells ہے جس کے ناول [1895] *The Time Machine* اور *The War of the Worlds* [1898] بہت مشہور ہیں۔

1926 میں سائنس فکشن میگزین *Amazing Stories* کا اجراء ہوا جس کا مدیر Hugo Gernsback تھا۔اس نے ان کہانیوں کو '*Scientification*' کا نام دیا۔

1937ء میں ایک اور قابل مدیر John W. Campbell نے ایک سائنس فکشن رسالے *Astounding Stories* کی شروعات کی جس میں Isaac Asimov، Arthur C. Clarke اور Robert A. Heinlein جیسے عظیم سائنس فکشن نگاروں کی کہانیاں شائع ہوئیں۔

یہی وہ دور تھا جب سائنس فکشن کو ایک سنجیدہ ادبی صنف کے طور پر قبول کیا جانے لگا۔Campbel نے اپنے مصنفین کو حقیقت پسندانہ سائنس فکشن لکھنے کی صلاح دی۔معاشرے پر سائنس کے کیسے اثرات پڑ رہے ہیں اور اگر کچھ غلط ہو جائے تو کیا اثرات ظاہر ہوں گے، یہ اس زمانے کی سائنس فکشن کا اہم موضوع تھا۔ 50-1926 کے درمیان اکثر امریکی اور برطانوی رسائل میں سائنس فکشن کہانیاں شائع ہوا کرتی تھیں۔

دوسری جنگ عظیم میں جب ہیروشیما اور ناگا ساکی پر ایٹم بم گرائے گئے اور ان کے نتائج بالکل ویسے ہی ظاہر ہوئے جیسا بعض سائنس فکشن ناولوں میں بتایا گیا تھا، تو ان کی مقبولیت میں بے حد اضافہ ہوا۔لوگوں کو لگا کہ ادب کی یہ شاخ مستقبل کی پیش گوئی کرنے

کی بھرپور صلاحیت رکھتی ہے۔

1938-46 کے دوران سائنس فکشن عوام میں اس قدر مقبول ہوا جہ اس دور کو 'سائنس فکشن کا سنہرا دور' کہا جاتا ہے [15]۔اس دوران A.E. Van Vogt، Isaac Asimov اور Robert A. Heinlein جیسے ادیبوں نے کئی شاہکار ناولوں کی تخلیق کی۔ 1968 میں Arthur C. Clarke کا شہرۂ آفاق ناول *2001: A Space Odydssey* منظر عام پر آیا۔

اس کے بعد ایک نئی لہر آئی جسے New Wave Science Fiction کہا جانے لگا۔ اب سائنس فکشن میں انسانی نفسیات اور نفسیاتی مسائل بھی شامل کیئے جانے لگے۔ منشیات، جنس، تباہ کاریاں اور بے انتہا آبادی وغیرہ ان ناولوں کے موضوع ہونے لگے۔ Brian Aldiss اور J. G. Ballard اس صف کے مصنفین ہیں۔ [16]

New Wave Science Fiction کی کہانیاں خصوصاً *New Worlds* نامی رسالے میں شائع ہوا کرتی تھیں جس کا مدیر Michael Moorcock تھا۔ [17]

کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کا دور آیا تو سائنس فکشن کی ایک اور لہر آئی۔ یہ لہر تھی Cyberpunk کی۔ اس شاخ کی سب سے مشہور کتاب William Gibson کی *Neuromancer* ہے ان کہانیوں کا موضوع اکثر Vitual Reality اور Artificial Intelligence ہوا کرتے ہیں۔

سائنس فکشن کی اہمیت

(Importance of science fiction)

ادب کی تمام اصناف میں سائنس فکشن ہی وہ صنف ہے جو مستقبل میں ہونے والی تبدیلیوں کی عکاسی کرتی ہے۔ عام طور سے لوگوں کا خیال ہے کہ سائنس فکشن نگار مستقبل

کے بارے میں پیش گوئی کرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے مستقبل کی پیش گوئی ایک مشکل بلکہ ناممکن امر ہے۔ سائنس فکشن نگار محض مستقبل کا تصور پیش کرتا ہے۔اس کے ذہن میں مستقبل کا ایک قیاسی خاکہ بنتا ہے جسے وہ صفحۂ قرطاس پر اتار دیتا ہے۔ مستقبل کا یہ خاکہ کبھی بہت خوبصورت اور پسندیدہ ہوتا ہے تو کبھی بھیانک اور قابل نفرت۔ سائنس فکشن ناولوں اور افسانوں میں ہم کرداروں کی آنکھوں سے مستقبل کو دیکھتے ہیں اور اس کے اچھے یا برے احساسات کو محسوس کرتے ہیں۔

سائنسدانوں نے جب پہلی بار کلوننگ کے ذریعہ 'Dolly' نامی بھیڑ پیدا کی تو ساری دنیا کے لوگ چونک پڑے۔ دنیا بھر کے اخبارات اور رسائل میں کلوننگ کے اخلاقی پہلو سے متعلق بحث چھڑ گئی۔ کوئی اس کے حق میں تھا تو کوئی مخالفت میں۔لیکن سائنس فکشن کے قارئین اس خبر سے نہیں چونکے۔ وہ تو گزشتہ تیس برسوں سے کلوننگ کے موضوع پر کہانیاں اور ناول پڑھ رہے تھے اور اس کے اخلاقی پہلو پر ہونے والے مباحث بھی وہ انہیں کہانیوں میں پہلے ہی پڑھ چکے تھے۔اس ایک مثال سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کا سائنس فکشن نگار کس طرح مستقبل کا تصور پیش کرتا ہے اور قاری کس طرح اس سے گزرتا ہے۔

سائنس فکشن نگار ایسی ایجادات کا تصور پیش کرتا ہے جو اس کے کرداروں کی ضرورت ہوتے ہیں۔ یہ مستقبل کا وہی خواب ہوتا ہے جو مصنف دیکھتا اور کچھ برسوں کے بعد وہی خواب سچ ہو کر قاری کی آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے۔ ایسی سینکڑوں مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ ذیل میں چند ایسی ہی مثالیں درج کی جارہی ہیں جو آج بیسویں صدی کی عظیم ایجادات میں سے ہیں لیکن آپ یہ دیکھئے کہ ان کا concept کہاں سے اور کب آیا۔

1۔ موبائل فون : اگر آپ نے 'قانون والا' کے جاسوسی ناول پڑھے ہیں تو آپ کو یاد ہو گا کہ کیپٹن سیما کے پاس ایک ننھا سا زیرونائن ٹرانسمیٹر ہوا کرتا تھا جس سے وہ نامساعد

اسٹارٹریک کا Communicator

حالات میں کرنل زاہد سے باتیں کیا کرتی تھی۔ اس قسم کے آلات کا تصور اس زمانے کے بے شمار جاسوسی اور سائنسی ناولوں میں پیش کیا گیا تھا۔مشہورسائنس فکشن سیریل ''اسٹارٹریک'' کے کردار آپس میں Communicators نامی آلے کی مدد سے باتیں کرتے ہیں اوران کے یہ رابطے خلا میں ایک سیارے سے دوسرے سیارے تک پھیلے ہوتے ہیں۔اس زمانے میں ایک عام آدمی کے لئے یہ ایک ناممکن سی بات تھی۔لیکن سائنس فکشن نگار مستقبل میں جھانک رہا تھا۔اسے پتہ تھا کہ ایک دن یہ ہونا ہی ہےاور ہوا بھی۔آج وہی Communicators اور Zero9 ٹرانسمیٹر موبائل فون کی شکل میں ایک عام آدمی کی جیب میں آگیا ہے۔

2۔ آب دوز جہاز (Submarine) : جولس ورن نے 1870ء میں 20 Thousand Leagues Under The Sea نامی ناول لکھا جس کے پلاٹ کا بنیادی جز Nautilus نامی ایک آب دوز جہاز (Submarine) تھا جونہایت ہی برق رفتاری سے سمندر کی گہرائیوں میں سفر کیا کرتا تھا۔یہ جہاز بجلی کی مدد سے چلتا تھا جو سمندر کے پانی میں موجود سوڈیم سے حاصل کی جاتی تھی۔
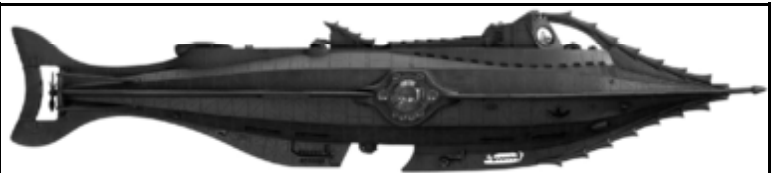
آب دوز جہاز Nautilus کی خیالی تصویر

حیرت کی بات یہ ہے کہ 1870ء میں آب دوز کشتیاں ابھی محض تجرباتی مراحل میں تھیں۔لوگوں کی سمجھ میں یہ نہیں آتا تھا کہ پانی کے اندر کشتی کو چلایا کیسے جائے ظاہر ہے اس زمانے میں موجود بھاپ کے انجنوں کو پانی کے اندر استعمال کرنا ممکن نہیں تھا۔بجلی کی ایجاد ابھی اپنے ابتدائی دور میں تھی۔یوں پانی کے اندر آب دوز کو چلانے کے لئے انسانی ہاتھوں کی طاقت کے سوا اور کوئی طریقہ نہیں سوجھتا تھا۔ایسے میں جولس ورن نے صد فی صد بجلی سے چلنے والی ایک آب دوز کشتی کا مکمل خاکہ پیش کیا۔جولس ورن کا یہ خواب 18 سال بعد 1888ء میں حقیقت بن گیا جب دنیا کی پہلی بجلی سے چلنے والی آب دوز کشتی Peral کو پانی میں اتارا گیا۔

3۔ کلوز سرکٹ ٹیلی ویژن (CCTV) : George Orwell نے سب سے پہلے 1949ء میں اپنے ایک ناول (جس کا نام "*1984*" تھا) میں CCTV کا تصور پیش کیا تھا جو آج ایک سچائی بن کر ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔اسٹیشنوں پر، ہوائی اڈوں پر، بینکوں میں،دکانوں میں، سڑکوں کے چوراہوں پر لاتعداد CCTV کیمرے لگے ہوئے آپ کی ایک ایک حرکت ریکارڈ کر رہے ہیں۔ایک سائنس فکشن نگار کا تصور جو حقیقت بن چکا ہے۔

CCTV Camera

4۔ انٹرنیٹ(Internet): کیا آپ کو پتہ ہے کہ آج کے زمانے کی یہ عظیم ترین ایجاد کا تصور 1898ء میں ایک سائنس فکشن نگار Mark Twain نے اپنے ناول *From the London Times of 1904* میں پیش کیا تھا۔اس ناول میں ٹیلی فون کی لائنوں پر مبنی Telectroscope نامی ایک عالمی نیٹ ورک کا تصور پیش کیا گیا جس کی مدد سے پوری دنیا کے لوگ ایک دوسرے سے ہر وقت رابطے میں رہتے ہیں اور آوازیں اور ویڈیوز

ایک دوسرے کے ساتھ share کرتے ہیں بالکل آج کے انٹرنیٹ کی طرح۔1898ء میں جب ابھی کمپیوٹر بھی ایجاد نہیں ہوئے تھے، انٹرنیٹ کا یہ تصور حیرت انگیز ہے۔

5۔ ایٹم بم (Atomic Bomb) : ایٹم بم کا تصور ہی خوفناک ہے لیکن اسے کیا کہا جائے کہ اس خوفناک شے کا تصور بھی سب سے پہلے ایک سائنس فکشن نگار کے ہی ذہن میں آیا۔1914ء میں H. G. Wells نے اپنے ناول *The World Set Free* میں ایٹمی بم کا تصور پیش کیا۔ یہی نہیں اس بم کا یہ نام بھی ویلس کا ہی رکھا ہوا ہے۔اس زمانے میں ہونے والے ریڈیوایکٹی ویٹی سے متعلق تجربات کو بنیاد بنا کر اس نے ایٹم بم کا تصور پیش کیا۔اس نے سوچ لیا کہ جو لوگ آج ریڈیو ایکٹیویٹی سے متعلق آج تحقیقات کر رہے ہیں وہ بہت جلد اس قوت کا استعمال تباہی پھیلانے کے لئے کر سکتے ہیں۔حیرت کی بات ہے کہ 31 برسوں کے بعد ویلس کا تصور حقیقت بن کر سامنے آ گیا۔

ہیروشیما پر گرایا جانے والا ایٹم بم "Litle Boy"

6۔ سی ڈی / ڈی وی ڈی (CD /DVD) : آج کے دور کا کون سا انسان CD اور DVD سے واقف نہیں ہے۔ یہ کتنے کام کی چیزیں ہیں یہ بھی آپ کو پتہ ہے۔لیکن آپ کو یہ پتہ ہے کہ ان کا تصور سب سے پہلے ایک سائنس فکشن نگار EE ‘Doc’ Smith نے اپنے ناول *Triplanetary* میں 1934ء میں پیش کیا تھا۔اس نے اپنے ناول میں Data محفوظ کرنے کے لئے پلاٹینم کے بنے Disc کے استعمال کا تصور پیش کیا تھا۔آج CD پلاٹینم کے

DVD Drive اور DVD

ایک Android روبوٹ

نہیں بنتے بلکہ پلاسٹک کے ہوتے ہیں یہ الگ بات ہے لیکن conceptاور استعمال تو وہی ہے۔

7۔ روبوٹ (Robot) : سب سے پہلے Karel Capek نے اپنے ناول *Rossum's Universal Robots* میں روبوٹ کا تصور 1920ء میں پیش کیا تھا۔اس نے اپنے ناول میں سخت محنت کرنے والے مشینی آدمیوں کو ROBOT نام دیا جو اس نے Czech زبان کے لفظ 'Robota' سے لیا تھا۔جس کے معنی ''جان توڑ محنت کا کام'' ہوتے ہیں۔آج دیکھئے کیسے کیسے روبوٹ بن رہے ہیں جو آپ کا سخت سخت کام بھی بڑی آسانی سے انجام دے دیتے ہیں۔

ایچ۔جی۔ویلس کے ناول کا تصوراتی ٹینک

8۔ٹینک (Tank) :

ایچ۔جی۔ویلس نے 1903ء میں اپنے ناول The land Ironclad میں پہلی بار ٹینک کا تصور پیش کیا تھا۔یہ ایسی گاڑیاں تھیں جن کی لمبائی 100 فٹ تھی اور ان میں 42 سپاہی اور 7 افسر سوار ہوتے تھے۔یہ گاڑیاں خندقوں کو پار کرنے اور ہر قسم کی ناہموار سطح زمین سے گزرنے کی صلاحیت رکھتی تھیں۔اسی بنیاد پر دنیا کا پہلا ٹینک اس کے 13 سال بعد 1916ء میں بنایا گیا۔

9۔ آن لائن اخبار (Online Newspaper) : 1968ء میں جب ابھی چھپے ہوئے (printed) اخبارات اپنی ابتدائی منزل سے گزر رہے تھے آرتھر۔سی۔کلارک نے اپنے ناول 2001: A Space Odyssey میں آن لائن اخبارات کا تصور پیش کیا جو آج حقیقت بن کر ہمارے سامنے آچکا ہے۔

10۔ ننھا سا ویڈیو پلیئر :

ننھا سا iPod ویڈیو پلیئر

ایچ۔جی۔ ویلس نے اپنے ناول *When The Sleeper Wakes* میں ایسے ننھے سے ویڈیو پلیئر کا تصور 1899ء میں پیش کیا تھا جس کے ننھے سے اسکرین پر واضح اور رنگین چلتی پھرتی تصویریں دکھائی دیتی ہیں اور آوازیں بھی سنائی دیتی ہیں۔آج iPOD اور موبائل فون کی شکل میں یہ تصور ہماری آنکھوں کے سامنے موجود ہے۔

11۔ پکچر فون (Picture phone) : انٹرنیٹ پر چیٹنگ کے دوران ایک دوسرے کی تصویریں اسکرین پر دیکھتے ہوئے بات چیت کرنا آج ایک عام سی بات ہے۔کسی بھی اسمارٹ موبائل فون میں یہ خوبی موجود ہے اور آپ مخاطب کے تصویر اسکرین پر دیکھتے ہوئے بات کر سکتے ہیں۔لیکن سب سے پہلے یہ تصور ایک سائنس فکشن نگار کے ہی ذہن میں آیا۔ 1911ء میں Hugo Gernsback نیا اپنے ناول Ralph

Skype کی مدد سے ویڈیو کالنگ

+41 C 124 میں پیش کیا۔اس کے 53 سال کے بعد 1964ء میں AT & T کمپنی نے پکچر فون کا پہلا نمونہ نیویارک ورلڈ فیئر میں پیش کیا تھا اور آج Skype نامی سروس کی مدد سے ہم بڑی آسانی سے اپنے موبائل فون، ٹیب، لیپ ٹاپ یا ڈیسک ٹاپ کمپیوٹر پر ایک دوسرے کو آمنے سامنے دیکھتے ہوئے باتیں کرتے ہیں۔

12۔ ٹیسٹ ٹیوب بے بی اور جینیٹک انجینیر نگ:

Evening News

Meet Louise, the world's first test-tube arrival

SUPERBABE

Wide-eyed Louise Brown pictured in hospital 18 hours after she was born. Today she's doing well. See Page Three

دنیا کا پہلا ٹیسٹ ٹیوب بے بی

سب سے پہلے Aldous Huxley نے 1932ء میں اپنے ناول *Brave New World* میں ایک ایسی دنیا کا تصور پیش کیا تھا جہاں مشینوں کے ذریعہ پیدائش ہوتی ہے۔ جہاں بچوں کی پیدائش سے قبل ان کے Genes میں پائی جانے والی کسی بھی گڑبڑی کو سدھارا جا سکتا ہے۔ 46 سال کے بعد آخر کار یہ تصور ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی شکل میں ہمارے سامنے آچکا ہے۔

13۔ آکسیجن ٹینک کی مدد سے غوطہ خوری (Scuba Diving) : پرانے زمانے میں غوطہ خور کو غوطہ خوری کے دوران سانس لینے کے لئے آکسیجن کی سپلائی کی غرض سے ایک پائپ کا استعمال کرنا پڑتا تھا جو ایک طرف غوطہ خور کے ماسک سے جڑا ہوتا تھا تو دوسری طرف پانی کی سطح سے باہر نکلا ہوتا تھا اس کی مدد سے غوطہ خور کو آکسیجن ملتی رہتی تھی۔

سب سے پہلے جولس ورن نے اپنے ناول *'20,000 Leagues Under The Sea'* میں ایک ننھے سے آکسیجن ٹینک کا تصور پیش کیا جو غوطہ خور کی پیٹھ پر بندھا ہو

جولس ورن کے ناول میں غوطہ خوری کا لباس

اور جس میں compressed آکسیجن بھری ہوئی ہو۔اسی concept کی بنیاد پر تجربے کئے گئے اور آخر کا 1940 کے عشرے میں یہ ممکن ہو ہی گیا۔یعنی یہ ایجاد ایک سائنس فکشن نگار کی دین ہے۔

14۔ برقی کتابیں (E-Books) :

ای بک آج ایک عام چیز ہے اکثر لوگ اپنے کمپیوٹر، موبائل فون یا ٹیب میں ای بک پڑھا کرتے ہیں۔لیکن کیا آپ سوچ سکتے ہیں کہ 1961ء میں جب جدید پرسنل کمپیوٹر تک ایجاد نہیں ہوا تھا،ایک سائنس فکشن نگار کا دماغ ای بک کا تصور اپنے قارئین تک پہونچاتا ہے۔ Stainslaw Lem نے اپنے ناول *'Return from the stars'* میں ای بکس کا ذکر 1961ء میں پیش کیا ہے۔آج برقی کتابیں پڑھنے کے لئے Kindle نامی ای بک ریڈر دستیاب ہے جس میں کتابیں پڑھنا اتنا ہی آسان ہے جتنا کاغذ پر چھپی کتابوں کو پڑھنا۔اس کے علاوہ ڈیسک ٹاپ کمپیوٹر، لیپ ٹاپ، ٹیب یا موبائل فون میں بھی ای بک ریڈر موجود ہوتے ہیں۔

ای بک ریڈر Kindle

15۔ چاند پر انسانی قدم (Moon Landing) : چاند پر انسان کے قدم پڑنے سے تقریباً 100 سال قبل جولس ورن نے اپنے ناول *From the earth to 'moon'* میں یہ دکھایا ہے کہ تین خلا باز Columbiad نامی خلائی جہاز میں بیٹھ کر چاند کا سفر کرتے ہیں۔وہ ایک Lunar capsule میں بیٹھ کر چاند کی سطح تک پہونچتے ہیں ، چاند پر چہل قدمی کرتے ہیں۔اس وقت ان لوگوں کو اپنا وزن بے حد ہلکا محسوس ہوتا ہے۔واپسی کے سفر میں وہ لوگ بحراوقیانوس میں اترتے ہیں جہاں امریکی بحریہ کے لوگوں نے انہیں اپنے جہاز میں سوار کرا لیتے ہیں۔اس کے
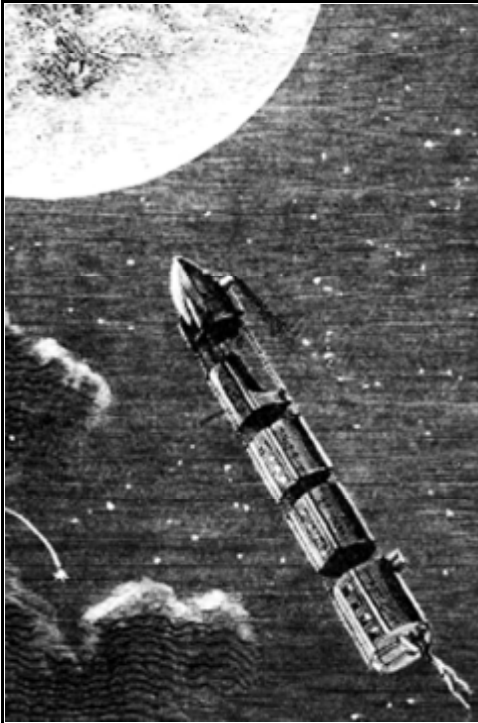
چاند کی طرف بڑھتا ہوا Columbiad راکٹ
(جولس ورن کی کتاب سے ایک تصویر)

تقریباً سو برس کے بعد حقیقی چاند مشن کے دوران تین خلاباز ایک Lunar capsule کے ذریعہ چاند پر پہونچے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ واپسی کے سفر میں وہ لوگ بھی بحراوقیانوس میں اترے اور امریکی بحریہ کے لوگ انہیں جہاز میں سوار کرالیا۔ایک اور اتفاق کی بات یہ ہے کہ جولس ورن نے اپنے خلائی جہاز کا نام *Columbiad* رکھا تھا جب کہ حقیقی چاند مشن میں خلائی جہاز کا نام *Columbia* تھا۔
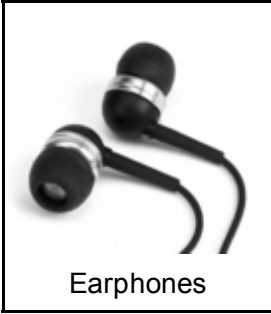
Earphones

16۔ ایئرفون (Earphone) :آج ہر شخص اپنے کانوں میں Earphone لگائے اپنے موبائل فون پر کسی سے باتیں کرتا یا گانے سنتا دکھائی دیتا ہے۔ یہ تصور بھی سائنس فکشن سے ہی آیا ہے۔ Ray Bradbury نے اپنے ناول *Fahrenheit 451* میں سب سے ایربڈس کا تصور پیش کیا تھا۔"اوراس کے کانوں میں ننھے سمندری گھونگھوں جیسے ریڈیو مضبوطی سے لگے ہوئے تھے اور آوازوں کا ایک سمندر موجزن تھا،موسیقی اور بات چیت کی آوازیں کانوں میں گھل رہی تھیں۔"

یہ تصور حقیقت بنا 2001ء میں جب Apple کمپنی نے اپنے iPod کے ساتھ پہلی بار حقیقی ایئرفون دنیا کے سامنے پیش کیے۔

17۔ بایونِک اعضاء (Bionic Organs) : ایسے مصنوعی اعضاء جنہیں حقیقی اعضاء کی طرح ہی دماغ کے ذریعہ کنٹرول کیا جا سکے ، بایونِک اعضاء کہلاتے ہیں۔1960 اور 1970 کی دہائیوں میں کئی سائنس فکشن ناولوں میں ایسے اعضاء کا تصور پیش کیا گیا تھا۔مثال کے طور 1972 میں شائع ہونے والے Martin Caidin کے ناول *Cyborg* میں ایک خلاباز اپنے حادثے میں اپنے جسم کے کئی اعضاء کھو بیٹھتا ہے۔ایک سائنسداں ڈاکٹر ویلس اس کے جسم میں ایسے اعضاء فٹ کردیتا ہے جو اس کے اصلی اعضاء سے زیادہ کارگر اور طاقتور
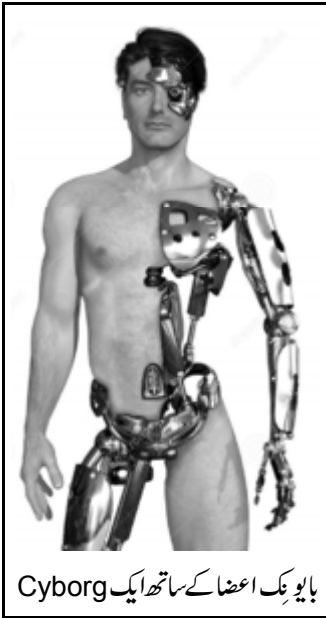
بایونِک اعضا کے ساتھ ایک Cyborg

ہیں۔اس کے پیراب پہلے سے زیادہ تیز رفتاری سے حرکت کرتے ہیں، ہاتھ میں زبردست طاقت ہے اور ایک آنکھ کی جگہ کیمرہ فٹ ہے،کھوپڑی کی جگہ اسٹیل کی پلیٹ فٹ ہے اور ریڑھ کی ہڈی میں ریڈیو ٹرانسمیٹر فٹ ہے۔اس طرح وہ شخص ایک جیتا جاگتا روبوٹ بن جاتا ہے۔اسی لئے Martin Caidin نے اسے Cyborg کا نام دیا ہے جو Cyber اور Organism دونوں لفظوں کو ملا کر بنایا گیا ہے۔

Martin Caidin کا یہ سپنا 2013 میں سچ ثابت ہوا جب انگلینڈ کے 16 سالہ پیٹرک کین کو ڈاکٹروں نے دنیا کا پہلا بایونِک ہاتھ عطا کیا۔یہ ہاتھ بالکل اس کے اصلی ہاتھ کی طرح ہی کام کرتا ہے۔اس نقلی ہاتھ سے وہ موبائل فون چلا سکتا ہے،کمپیوٹر پر ٹائپ کر سکتا ہے،کمپیوٹر کے ماؤس کو اچھی طرح کنٹرول کر سکتا ہے،اپنے جوتوں کے فیتے باندھ سکتا ہے،دودھ کا گلاس اٹھا کر پی سکتا ہے یہاں تک کہ لکھ بھی سکتا ہے۔

سائنسدانوں نے آخرکار سائنس فکشن نگاروں کا کہنا سچ کر دکھایا۔

Patrick Kane اپنے بایونِک ہاتھ کا استعمال کرتے ہوئے

18۔ خودکار دروازے (Automatic Doors) : آپ نے ہوائی اڈوں، شاپنگ مالز اور ہوٹلوں کے خودکار دروازے تو دیکھے ہوں گے جو آدمی کے قریب آتے ہی خودبخود کھل جاتے ہیں اور اس کے گزر جانے کے بعد اپنے آپ پھر بند ہو جاتے ہیں۔

ہوٹل کے خودکار دروازے

یہ تصور سب سے پہلے H. G. Wells نے 1899ء میں اپنے ناول The Sleeper Awakes میں پیش کیا تھا۔ اس ناول میں ویلس نے ایک دیوار میں موجود خفیہ دروازے کا ذکر کیا تھا جو یوں تو بالکل دکھائی نہیں دیتا تھا لیکن کسی کے قریب پہونچنے پر اچانک دیوار کا ایک ٹکرا اوپر کی جانب اٹھتا چلا جاتا تھا اور دروازہ بن جاتا تھا۔

ویلس کا یہ تصور حقیقت بنا 1954ء میں جب Lew Hewitt اور Dee Horton نے دنیا کا پہلا خودکار دروازہ ایجاد کیا۔

19۔ راڈار (Radar) : راڈار آج کے زمانے کی ایک اہم ایجاد ہے۔ یہ ریڈیائی لہروں کو چاروں طرف دور دور تک بھیجتی ہے اور پھر جب یہ لہریں اپنے راستے میں موجود کسی شے سے ٹکرا کر واپس لوٹتی ہیں تو ان کے جانے اور لوٹنے کے درمیانی وقفے کی بنیاد پر یہ پتہ چل جاتا ہے کہ سامنے موجود شے کتنی دوری پر ہے، اس کا سائز کیا ہے اور وہ کتنی

RADAR کا اینٹینا

تیزی سے ہماری طرف آ رہی ہے۔ ہوائی جہازوں کی اڑانوں میں، بحری اسفار کے دوران،لڑائیوں میں یا خلائی تحقیقات کے لئے راڈار کا استعمال بہت زیادہ کیا جاتا ہے۔

اس اہم ایجاد کا تصور اس کی ایجاد سے بہت پہلے Hugo Gernsback نے 1911ء میں اپنے ناول *Ralph 124C 41+* میں بڑی ہی تفصیل نقشے کے ساتھ پیش کیا تھا۔اس کے 24 سال کے بعد 1934ء میں Robert M. Page نے امریکی بحریہ کی لیبارٹری میں راڈار کا پہلا تجربہ دنیا کے سامنے پیش کیا۔

20۔ حقیقتِ مجازی والے گیم (Virtual Reality Games) :

1956ء میں جب کہ ابھی اوّلین ویڈیو گیم بھی ایجاد نہیں ہو پائے تھے،مشہور سائنس فکشن نگار Arthur C. Clarke نے اپنے ناول The City and the Stars میں حقیقت مجازی پر مبنی گیم (Virtual Reality Game) کا تصور پیش کر دیا۔ یعنی ایسے گیم جن میں آپ ایک ایسے ماحول کا حصہ بن جائیں جس کا کوئی وجود ہی نہ ہو۔مثال

فلائٹ سیمولیٹر

کے طور پر Flight Simulator گیم میں آپ ہوائی جہاز اڑاتے ہیں تو آپ کو بالکل ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ گیم نہیں کھیل رہے ہیں بلکہ خود ہی ہوائی جہاز اڑا رہے ہیں۔

برسوں بعد 1990ء کی دہائی میں اس طرح کے گیمز کی شروعات ہوئی۔ Nintendo کمپنی نے سب سے پہلے Virtual Boy نامی VR گیم ایجاد کیا۔

تازہ ترین مثال

فلم ''بیک ٹو دی فیوچر'' کی پیشن گوئیاں

فلم *Back to the future* تین فلموں پر مشتمل ایک سائنس فکشن کامیڈی سیریز ہے جس کی پہلی فلم 1985ء میں، دوسری 1989ء میں اور تیسری اور آخری فلم 1990ء میں ریلیز ہوئی۔ فلم کے ہدایت کار Robert Zemeckis تھے۔ اس سیریز کی دوسری فلم *Back to the future II* میں، جو 1989ء میں بنی تھی، ہائی اسکول میں پڑھنے والے 17 سالہ طالب علم Marty McFly اور متلون مزاج سائنسداں Doc Brown کو ٹائم مشین کی مدد سے مستقبل کا سفر کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ یہ لوگ مستقبل میں 25 سال آگے 2015 میں پہونچ جاتے ہیں۔

اہم بات یہ ہے فلم کے خالقوں نے اس فلم میں 25 سال بعد کی دنیا یعنی 2015ء کا جو تصور پیش کیا تھا وہ حیرت انگیز حد تک حقیقت کے قریب ہے۔ آج ہم لوگ 2015ء میں جی رہے ہیں اور حیرت کی بات یہ ہے کہ فلم جن چیزوں کی پیش گوئی کی گئی تھی ان میں زیادہ تر آج ہماری آنکھوں کے سامنے آچکی ہیں۔ فلم میں وقت کے دونوں مسافر مستقبل کی جس تاریخ میں قدم رکھتے ہیں وہ 21/اکتوبر 2015ء ہے۔ اسی کی یاد میں اس سال 21/اکتوبر کو Back to the future day منایا گیا۔

26 سال قبل کی گئیں مندرجہ ذیل دس پیشن گوئیاں جو بالکل درست ثابت ہوئیں:

1: ذاتی ڈرونز (Personal Drones) :

اس فلم میں 2015 کی دنیا میں Drones یعنی بغیر پائلٹ والے ننھے منے ہوائی جہازوں کو بہت سارے کام انجام دیتے دکھایا گیا ہے مثال کے طور پر کتوں کو چہل قدمی کراتے ہوئے یا میڈیا کے اداروں کے لئے تصویریں لیتے ہوئے۔ آج 2015ء میں واقعی فکشن نگار کا یہ خواب سچ ہو چکا ہے۔ ڈرونز کا استعمال اب عام ہو چکا ہے۔ میڈیا کے لئے تصویر کشی اس کا بہت اہم پہلو ہے۔ فوجی اور جاسوسی مقاصد کے لئے بھی ڈرونز خوب استعمال ہو رہے ہیں۔ بہت ممکن ہے جلد ہی لوگ اپنے کتوں کو چہل قدمی کرانے کا کام بھی ان سے لینے لگیں اور پیشن گوئی صد فی صد درست ثابت ہو جائے۔

2: وائرلیس پے منٹ ٹکنالوجی

(Wireless payment technology) :

اس فلم میں ایسے وائرلیس پے منٹ ڈیوائسز کی پیش گوئی کی گئی تھی جن کی مدد سے آن

لائن رقم کی ادائیگی کی جا سکے۔ 1989ء میں یہ محض ایک تصور تھا جو آج حیرت انگیز طور پر حقیقت میں تبدیل ہو چکا ہے۔ حال ہی میں فلم کے اسکرین رائٹر نے ایک انٹرویو میں اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ اس نے تصور بھی نہیں کیا تھا کہ یہ بات حقیقت بن جائے گی۔ آج موبائل بینکنگ اور نیٹ بینکنگ عام بات بن گئی ہے اور ہم بڑی آسانی سے اپنے اسمارٹ فونز کی مدد سے کسی کو رقم بھیج سکتے ہیں یا وصول کر سکتے ہیں۔

3: بایومیٹرک ڈیوائسز (Biometric devices) :

فلم میں دکھایا گیا ہے کہ ہیرو کی بیوی جینیفر گھر کا دروازہ کھولنے کے لئے اپنے انگوٹھے کے نشان کو استعمال کرتی ہے۔ 25 سال قبل یہ محض ایک تصور تھا لیکن آج یہ ایک حقیقت بن چکا ہے۔ آج دروازوں کے تالے ہی نہیں بلکہ اسمارٹ فون اور لیپ ٹاپ بھی انگلی کے نشان کی مدد سے آن کئے جا رہے ہیں۔

4: اسمارٹ ملبوسات (Smart dresses) :

فلم میں ہیرو خود سے تسمے باندھنے والے جوتے اور خود بخود جسمانی ساخت کے مطابق ڈھل جانے والی جیکٹ پہنتا ہے۔ آج Nike کمپنی نے دنیا کا پہلا Auto-lacing shoe بنا کر اس تصور کو حقیقت میں بدل دیا ہے۔ ہاں خود بخود جسمانی ساخت کے مطابق ڈھلنے والے جیکٹ ابھی نہیں بن سکے ہیں۔

5: ویڈیو چاٹ (Video Chat) :

فلم میں ہیرو کو ویڈیو چاٹنگ کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے جس میں بات کرنے والے ایک دوسرے کو دیکھ سکتے ہیں۔ یہ 1989 میں محض ایک تصور تھا لیکن آج یہ عام سے چیز بن کر گھر گھر میں پہونچ چکا ہے۔ ہم اپنے اسمارٹ فون پر Skype نامی App استعمال کر کے بڑی آسانی سے کسی کو بھی ویڈیو کال کر سکتے ہیں۔

6: ہووَربورڈ (Hoverboard) :

فلم کا ہیرو ایک اڑنے والے اسکیٹ بورڈ پر کھڑے ہو کر اڑتا ہے اور زمین تو زمین پانی کے اوپر سے بھی گزر جاتا ہے۔ اسے Hoverboard کا نام دیا گیا ہے۔ حقیقت میں آج تک ایسے ہوور بورڈ بنانا ممکن نہیں ہو پایا ہے۔ لیکن سائنسداں اس کے بے حد قریب ضرور پہونچ گئے ہیں۔ حال ہی میں لیکسز نامی کمپنی نے ایک ایسا ہوور بورڈ بنانے کا دعویٰ کیا ہے جو زمین سے چند انچ اوپر اڑ سکتا ہے۔ امید ہے جلد ہی مزید کامیابی مل جائے گی اور ٹھیک ویسا ہی یا اس سے بھی بہتر ہوور بورڈ تیار کیا جا سکے گا۔

7: ہینڈز فری گیمنگ (Handsfree gamimg) :

ماؤس، کی بورڈ، جوائے اسٹک یا دیگر آلات کی مدد سے ویڈیو گیم کھیلتے ہوئے آپ نے بہتوں کو دیکھا ہوگا۔لیکن اس فلم میں مکمل طور پر ہینڈز فری ویڈیو گیمنگ کا تصور پیش کیا گیا ہے۔یہ تصور اب حقیقت بن چکا ہے۔ مائکروسافٹ نے ایکس بکس کائینکٹ نامی گیمنگ سسٹم بنایا ہے جس میں آن اسکرین ایکشن کو اپنی آواز اور جسمانی حرکات سے کنٹرول کیا جاتا ہے۔

8: ویڈیو گلاسز (Video glasses) :

فلم کے ایک منظر میں ہیرو اور ہیروئن کے بچے اپنے خاندان کو نظر انداز کرتے ہوئے ٹی وی دیکھنے کے لئے ایک خاص قسم کے چشمے استعمال کرتے ہیں۔یہ ایک خاص طرح کا چشمہ ہے جسے لگاتے ہی آنکھوں کے سامنے ٹی وی چلنا شروع ہو جاتا ہے جب کہ پاس ہی بیٹھے دوسرے شخص کو اس

بات کا احساس تک نہیں ہوتا کہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں۔

آج بیک ٹو دی فیوچر کا یہ چشمہ حقیقت کا روپ دھار چکا ہے۔گوگل نے ایک ایسا چشمہ مارکٹ میں لانچ کیا ہے جسے Google Glass کا نام دیا گیا ہے۔اس چشمے کو لگا کر لائیو ویڈیو اسٹریمنگ دیکھی جا سکتی ہے۔اس چشمے کو لگاتے ہی آپ کی آنکھوں کے سامنے ایک خاص فاصلے پر متحرک تصاویر دکھائی دینے لگتی ہیں جب کہ دوسرے لوگوں کو کچھ بھی پتہ نہیں چلتا کہ آپ کیا دیکھ رہے ہیں۔

آج کا اصلی گوگل گلاس

9: روبوٹک ری فیولنگ اسٹیشن

(Robotic refueling station) :

اس فلم میں ایندھن بھرنے کے لئے روبوٹک فیولنگ اسٹیشن کا تصور پیش کیا گیا ہے جہاں روبوٹک سسٹم کی مدد سے گاڑیوں میں خود بخود پٹرول بھرا جاتا ہے اور کسی انسان کی ضرورت پیش نہیں آتی ہے۔آج یہ تصور بھی حقیقت بن چکا ہے۔ Tesla نامی کمپنی نے ایسا ری فیولنگ سسٹم بنالیا ہے جو گاڑیوں میں خود بخود ضرورت کے مطابق ایندھن بھر دیتا ہے۔

Tesla کا روبوٹک ری فیولنگ سسٹم

10: اڑنے والی کاریں (Flying cars) :

فلم بیک ٹو دی فیوچر میں اڑنے والی کاریں دکھائی گئی ہیں کیونکہ فلم کے مطابق 2015ء میں ٹریفک اس قدر بڑھ چکا ہے کہ گاڑیوں کے لئے زمین کے اوپر راستے بنانی پڑیں ہیں جن پر اڑنے والی کاریں سفر کرتی ہیں۔

یہ پیشن گوئی حرف بہ حرف تو پوری نہیں ہوسکی ہے۔آج حقیقی 2015ء میں بھی کاریں

زمین پر ہی سفر کرتی ہیں۔ لیکن بعض کمپنیوں نے اس طرف پیش رفت کردی ہے اور کئی بڑے کارآمد ماڈل تیار ہو چکے ہیں۔ بس ابھی ان کاروں کی باقاعدہ مارکیٹنگ شروع نہیں ہوئی ہے۔ بہرحال تصور حقیقت میں تو ڈھل ہی چکا ہے۔
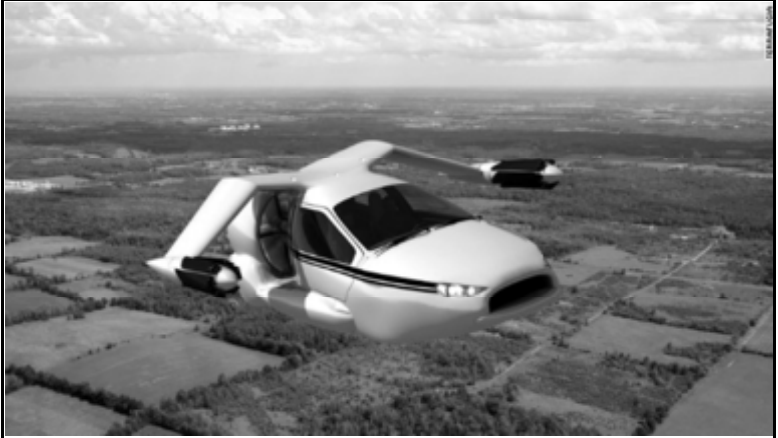
فلائنگ کار آج حقیقت بن چکی ہے

ایسی دس بیس نہیں سینکڑوں بلکہ ہزاروں مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ آپ اپنی روزانہ زندگی میں جو بھی جدید سائنسی آلات استعمال کرتے ہیں خواہ وہ آپ کا ٹیلی ویژن ہو یا واشنگ مشین سب اپنی ایجاد سے قبل کسی نہ کسی سائنس فکشن میں موجود تھے۔ یعنی ان آلات کی پہلی تخیلاتی ایجاد سائنس فکشن نگار کرتا ہے اور دوسری حقیقی ایجاد سائنسداں کرتا ہے۔

سائنس فکشن ہمیں مستقبل کی ٹکنالوجی کی جھلک دکھلاتا ہے لیکن ساتھ ہی یہ ہمیں اس کے برے نتائج سے بھی آگاہ کرتا ہے تاکہ ہم حالات کے مخدوش ہونے سے پہلے ہی سنبھل جائیں۔

ناگاساکی اور ہیروشیما پر ایٹم بم گرنے سے بہت پہلے ہی سائنس فکشن نگار ایٹم بم اور اس کی تباہ کاریوں کا بالکل صحیح نقشہ کھینچ چکے تھے۔ آج گلوبل وارمنگ اور اوزون کی پرت

کے برباد ہونے کا بھیانک مسئلہ ہمارے سامنے آیا ہے لیکن سائنس فکشن نگار بہت پہلے سے ہمیں اس کے خطرات سے آگاہ کر رہے ہیں۔

اس طرح ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سائنس فکشن ایک طرف جہاں تفریح طبع کی چیز ہے وہیں ہمارے مستقبل کا آئینہ بھی ہے۔اس میں ہم اپنا آنے والا کل دیکھ سکتے ہیں۔اور اس لحاظ سے یہ ادب کی ایک بے حد اہم صنف ہے۔

سائنس فکشن کا تاریخی پس منظر

مغربی زبانوں میں سائنس فکشن کی روایت

اردو زبان میں سائنس فکشن کا مطالعہ کرنے سے قبل ہمیں دنیا کی دیگر زبانوں کی سائنس فکشن پر بھی ایک اجمالی نظر ڈالنی ہوگی تبھی ہم دوسری زبانوں کے پس منظر میں اردو سائنس فکشن کا مرتبہ متعین کر پائیں گے اور ہمیں یہ اندازہ ہوگا کہ اردو سائنس فکشن دنیا کی دیگر زبانوں کے مقابلے میں کتنی آگے یا پیچھے ہے۔

زیر نظر باب میں ہم مغرب کی چند زبانوں میں سائنس فکشن کی مختصر تاریخ اور اس کی موجودہ صورت حال کا جائزہ لیں گے۔ ان میں انگریزی، فرانسیسی، جرمن اور روسی زبانیں شامل ہیں۔ اس مطالعے سے آپ کو دنیا میں سائنس فکشن کے عہد بہ عہد ارتقاء کا بھی ادراک ہوگا۔

انگریزی (English)

زیادہ تر لوگوں کا خیال ہے کہ Mary Wollstonecraft Shelley (مختصراً Mary Shelley) انگریزی زبان کی پہلی سائنس فکشن نگار ہے۔ اس کا ناول

میری شیلی

Frankenstein [1818] دنیا کا پہلا سائنس فکشن ناول تھا۔اس میں ایک ایسے خبیث کی کہانی پیش کی گئی ہے جو ایک سائنسداں کے غلط تجربے کا نتیجہ تھا۔ Shelley نے یہ ناول اٹھارہ برس کی عمر میں لکھا تھا اور اس کی اشاعت کے وقت اس کی عمر اکیس سال تھی [17]۔ میری شیلی کا ایک اور شاہکار ناول *The Last Man* تھا جسے بعض لوگ پہلا سائنس فکشن ناول کہتے ہیں[18]۔

Edgar Allan Poe کے کئی افسانے اور ناول دراصل سائنس فکشن تھے مثال کے طور پر *The Narrative of Arthur Gordon Pym of Nantucket* یا *The Balloon Hoax* وغیرہ۔

اتچ۔جی۔ویلس

لیکن حقیقت تو یہ ہے آج جس صنف کو ہم سائنس فکشن کہتے ہیں، انگریزی میں اس صنف کی شروعات Herbert George Wells (مختصراً H. G. Wells) نے کی تھی۔ ویلس کا پہلا سائنس فکشن ناول *The Time machine* تھا جو 1895 میں شائع ہوا۔اس ناول کا ہیرو ایک ٹائم مشین کی مدد سے مستقبل میں سنہ 802,701ء میں پہونچ جاتا ہے اور اُس زمانے میں دنیا کے سیاسی، معاشرتی اور سائنسی حالات کا ذکر کرتا ہے۔

اس کے بعد ویلس نے تقریباً50 سائنس فکشن ناول اور بہت سارے سائنسی افسانے لکھے۔ اس کے ناولوں میں *The Invisible Man*، *The Soul of a Bishop*، *The War of The Worlds*، *The First Men in the Moon*، *You Can't Be Too Careful* اور *The Island of Dr. Moraeau*

بہت مقبول ہیں۔

[زیادہ تر نقادوں کی نظر میں ایڈگر ایلن پو (امریکہ)، ایچ۔جی۔ویلس (برطانیہ) اور جولس ورن (فرانس) تینوں مشترکہ طور پر Fathers of Modern Science Fiction کہے جاسکتے ہیں۔]

اسی زمانے میں Samuel Butler نے ایک ناول *Erewhon* لکھا جس میں یہ تصور پیش کیا گیا ہے کہ مشینیں ایک دن سائنس داں بن جائیں گی اور انسانوں کو پیچھے چھوڑ دیں گی۔سر آرتھر کانن ڈائل (جو اپنے جاسوس کردار شرلاک ہومز کی وجہ سے زیادہ مشہور ہیں) نے سائنس فکشن بھی لکھے۔مشہور مصنف Rudyard Kipling نے بھی دو سائنسی افسانے *With the Night Mail* اور *As Easy As A.B.C* لکھے۔

رقیہ سخاوت حسین

بنگال کی رقیہ سخاوت حسین (بیگم رقیہ) کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ ان کی کہانی *Sultana's Dream* دنیا کی کسی بھی زبان میں لکھی گئی پہلی Feminist Science Fiction ہے۔انہوں نے یہ کہانی انگریزی میں لکھی تھی جو 1905ء میں *Indian Ladies Magazine* میں شائع ہوئی۔اس کہانی میں مستقبل کی ایک ایسی دنیا کا تصور پیش کیا گیا ہے جہاں عورتوں کے بجائے مردوں کا پردے میں رہنا لازمی ہے۔

امریکہ میں George Tucker نے ناول *A Voyage to the Moon* لکھا۔ Edward Bellamy کا ناول *Looking Backward* انیسویں صدی میں امریکہ کا دوسرا سب سے زیادہ بکنے والا ناول تھا۔اس ناول میں مستقبل میں قائم ہونے والے ایک آئیڈیل معاشرے کی عکاسی کی گئی تھی۔1894 میں Will Harben

نے ایک ناول *Land of the Changing Sun* لکھا جس میں دکھایا گیا ہے کہ زمین کے مرکز میں ایک ترقی یافتہ نسل کے لوگوں کی حکومت ہے جو روشنی کے لئے ایک مصنوعی سورج کا استعمال کرتے ہیں۔

مشہور ادیب Mark Twain نے ایک سائنسی ناول *A Connecticut Yankee in King Arthur's Court* لکھا جس میں مستقبل میں وقت کا سفر کرنا دکھایا گیا ہے۔اس ناول میں پہلی جنگ عظیم کی پیش گوئی کی گئی ہے۔

L. Frank Baum نے 14 ناولوں کا ایک سیریز *The Wonderful Wizard of Oz* لکھا جس میں *Oz* نامی ایک خیالی سرزمین سے جڑی کہانیاں تھی۔ Jack London نے کئی سائنس فکشن کہانیاں لکھیں جن میں *The Unparalleled Invasion*، *The Iron Heel* اور *The Red One* اہم ہیں۔[19]

Edward Everett Hale نے ایک ناول *The Brick Moon* لکھا جس میں مصنوعی سیارے کا ذکر موجود ہے۔ Edgar Rice Burroughs نے Pulp Magazine کے لئے سائنس فکشن لکھنا شروع کیا۔ اس کی کہانی *Under the Moons of Mars* بہت مقبول ہوئی تھی۔اس کے بعد اس نے کئی کہانیاں لکھیں۔

بیسویں صدی کے اولین سائنس فکشن نگاروں میں Olaf Stapledon کا نام لیا جا سکتا ہے۔اس کے چار مشہور ناول *Last and First Men*، *Odd John*، *Sirius* اور *Star Maker* ہیں۔

سستے کاغذ پر چھپنے والا ادب (Pulp Literature) :

1856ء سے 1950 کی دہائی تک کے دوران ایک خاص قسم کے رسائل کی بھرمار رہی جن کو ''پلپ میگزین'' کہا جاتا ہے۔ یہ نہایت سستے کاغذ پر چھپے ہوئے، سات انچ

پلپ کاغذ پر چھپنے والے چند سستے اور مقبول سائنس فکشن میگزین

چوڑے اور دس انچ لمبے رسائل تھے جن کے کنارے برابر سے کٹے ہوئے (Trimmed) نہیں ہوتے تھے۔ لفظ Pulp دراصل لکڑی کے ماوہ (Wood Pulp) سے بنے سستے کاغذ پر چھپنے کی وجہ سے استعمال ہوتا تھا۔اس زمانے میں مہنگے اور چکنے کاغذوں پر چھپنے والے رسالوں کو Glossies کہا جاتا تھا جو کافی مہنگے ہوتے تھے۔پلپ میگزین سستے ہونے کی وجہ سے عوام میں بے حد مقبول تھے [20] ۔ پلپ رسائل مختلف قسموں کے ہوا کرتے تھے مثلاً فنطاسی، جاسوسی، خوفناک، مہماتی ، رومانی، جنسی (soft porn) اور سائنس فکشن وغیرہ۔

اسی دور میں پلپ کاغذ پر چھپنے والے سستے ناولوں کی بھی بھرمار ہوگئی تھی۔ان ناولوں کو امریکہ میں Dime Novel اور برطانیہ میں Penny Dreadfuls کہا جاتا تھا۔سستے ہونے کی وجہ سے یہ عوام میں بے حد مقبول تھے اوران کی کاپیاں لاکھوں کی تعداد میں فروخت ہوتی تھیں۔ان ناولوں میں بھی مختلف اصناف کے ناول شامل تھے جن میں ایک بے حد مقبول صنف سائنس فکشن بھی تھا۔

امریکہ میں Hugo Gernsback نے 1926ء میں *Amazing Stories* نامی میگزین کی اشاعت شروع کی جو صرف سائنس فکشن کہانیوں کے لئے مخصوص تھا۔یہ انگریزی زبان میں شائع ہونے والا دنیا کا پہلا سائنس فکشن میگزین تھا۔ Gernsback نے اس صنف کے لئے ''Scientifiction'' کا لفظ استعمال کیا جو
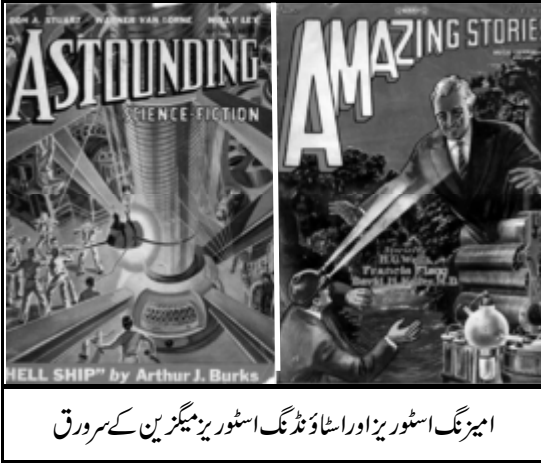
امیزنگ اسٹوریزاوراسٹاؤنڈنگ اسٹوریز میگزین کے سرورق

آگے چل کر Science Fiction بن گیا۔یہ وہ زمانہ تھا جب سائنس فکشن کو ''سنجیدہ ادب'' سمجھا ہی نہیں جاتا تھا۔ایسے میں ایک رسالے کا مکمل طور پر سائنس فکشن کے لئے مخصوص ہونا اس صنف کے حق میں بہت اچھا ہوا۔عوام سے اس کا رشتہ استوار ہوا اور آگے چل کر نقادوں نے بھی اسے سنجیدگی سے لینا شروع کیا۔

ایک اور عظیم مدیر .John W. Campbell Jr نے 1937ء میں ایک رسالہ *Astounding Stories* کے نام سے جاری کیا جس میں اس نے Isaac Asimov، Arthur C. Clarke اور Robert A. Heinlein وغیرہ کی کہانیاں شائع کیں۔کئی اور رسائل بھی سائنس فکشن شائع کر رہے تھے۔ان میں خاص طور سے Wonder Stories، Galaxy اور The magazine of Fantasy and Science Fiction کے نام لئے جا سکتے ہیں۔

سائنس فکشن کا سنہرا دور (Golden Age of Science Fiction) :

عام طور سے 1940 اور 1950 کی دہائی کو سائنس فکشن کا سنہرا دور کہا جاتا ہے۔اس دور میں .John W. Campbell Jr کے رسالے Astounding Science Fiction میں بڑے بڑے سائنس فکشن نگاروں کی کہانیاں شائع ہوتی تھیں۔Campbell نے اپنے مصنفین کو اس بات کی تحریک دی کہ وہ حقیقت پسندانہ

Arthur C. Clark

کہانیاں لکھیں جو انسانی نفسیات سے زیادہ قریب ہوں [21]۔ اب ٹکنالوجی اور آلات کی نہیں بلکہ انہیں استعمال کرنے والے انسانوں کی اہمیت تھی اور کہانی ان ہی بنیاد بنا کر لکھی جاتی تھی نہ کہ کسی gadget کی بنیاد پر۔ یہ Campbell کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ سائنس فکشن ادب کی ایک سنجیدہ صنف کے طور پر شمار کیا جانے لگا۔

Isaac Asimov

اس دور میں بہت سارے نئے لکھنے والے ابھر کر سامنے آئے جنہوں نے آگے چل کر ادب میں اہم مقامات حاصل کئے۔ مثال کے طور پر A. E. van Vogt (ناول *Slan*)، Isaac Asimov (*Foundation* اور *Robot* سیریز کے ناول)، Robert A. Heinlein (ناول *Starship Troopers*، *Stranger in a Strange Land*، *Double Star* اور *More than Human*) وغیرہ [22]۔

اس دور میں E. E. "Doc" Smith نے سائنس فکشن میں Space Opera کی بنیاد ڈالی۔ Isaac Asimov نے Robotics کے تین Laws وضع کئے۔ Arthur C. Clarke کا یادگار سائنس فکشن ناول *2001: A Space Odyssey* بھی اسی سنہرے دور کی یادگار سمجھا جاتا ہے حالانکہ یہ بہت بعد میں شائع ہوا۔

Golden Age کے چند مشہور مصنفین کے نام درج ذیل ہیں:

Poul Anderson، Isaac Asimov، Alfred Bester، James Blish، Nelson S. Bond، Leigh Brackett، Ray Bradbury،

John Christopher، Arthur C. Clarke، Cyril M. Kornbluth، C. L. Moore، Fritz Leiber، Chad Oliver، John Wyndham، Theodore Sturgeon، William Tenn، Jack Vance، Ross Rocklynne، Clifford D. Simak اور Frederik Pohl

لیکن 1953 سے 1958 کے درمیان ایک ایک کر کے تقریباً سارے pulp رسائل بند ہو گئے جس کی وجہ سے سائنس فکشن کے سنہرے دور کا خاتمہ ہو گیا۔

نئی لہر (New Wave) :

1960 اور 70 کے عشرے میں شائع ہونے والے سائنس فکشن کو New Wave Science Fiction کہا جاتا ہے۔اس دور کے سائنس فکشن میں نئے نئے تجربے کئے جانے لگے اور سائنسی سے زیادہ ادبی پہلو پر زور دیا جانے لگا۔کہانی "Hard" کے بجائے "Soft" سائنس فکشن کی طرف مڑ گئی جہاں انسانی نفسیات اور معاشرتی زندگی کو بنیاد بنا کر کہانیاں لکھی جانے لگیں۔نئی لہر کے مصنفین نے سائنس فکشن میں جدیدیت (Modernism) کے عناصر شامل کر دیئے۔ان کہانیوں میں انسانی نفسیات، منشیات، تباہیاں اور جنس بہت اہمیت رکھتے تھے۔اس قسم کی کہانیاں زیادہ تر *New Worlds* نامی رسالے میں شائع ہوا کرتی تھیں۔

1970 میں *New Worlds* میگزین کے بند ہو جانے سے نئی لہر کو بہت بڑا جھٹکا لگا اور اس کے بعد اس تحریک کا زوال شروع ہو گیا اور 1970 کے عشرے کے آخر تک پہنچتے پہنچتے یہ بالکل ختم ہو گئی۔

نئی لہر کے اہم مصنفین کے نام درج ذیل ہیں:

John Brunner، J. G. Ballard، Brian Aldiss، Harlan Ellison، Robert Silverberg، Norman Spinrad، Joanna

Russ، اور Roger Zelazny وغیرہ[23] ۔

Cyberpunk تحریک:

1980 کی دہائی میں کمپیوٹر اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ ٹکنالوجی کی افق پر ظاہر ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے ہر خاص و عام کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ انسانی زندگی کمپیوٹر سے اس طرح منسلک ہوگئی کہ زندگی کا کوئی بھی شعبہ اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا۔ سائنس فکشن مصنفین نے اس رجحان کو سنجیدگی سے دیکھا اور انسانی معاشرے پر اس کے اثرات کو اپنی کہانیوں میں جگہ دینے لگے۔ یہیں سے سائنسی ادب میں Cyberpunk نامی تحریک کی بنیاد پڑی۔

1984ء میں William Gibson کا ناول *Neuromancer* شائع ہوا جو سائبر پنک تحریک کا سب سے کامیاب ناول مانا جاتا ہے۔ 1980 کی دہائی میں بہت سارے سائبر پنک ناول اور افسانے لکھے گئے۔ اس صنف کے دوسرے اہم مصنفین Bruce Sterling، John Shirley اور Neal Stephenson وغیرہ ہیں۔

عصری انگریزی سائنس فکشن:

دورعصر کے سائنس فکشن میں سائبر پنک ایک اہم مقام رکھتا ہے۔ سائبر پنک نہ صرف ناولوں میں بلکہ فلموں (Johnny Mnemonic اور Matrix سیریز) اور ویڈیو گیمز (Deus Ex اور Metal Gear series سیریز) میں بھی سرایت کر گیا ہے۔ سائبر پنک کے اثرات اب Space Opera پر بھی ثبت ہورہے ہیں مثال کے طور پر David Brin کا *Kiln People* اور Ken MacLeod کا *Fall Revolution* سیریز وغیرہ۔

دورعصر کے انگریزی سائنس فکشن نگاروں میں درج ذیل بہت اہمیت رکھتے ہیں: [8]

Vernor Vinge امریکہ کا ایک سائنس فکشن نگار ہے۔ اس کے ناولوں *A Fire Upon the Deep*، *A Deepness in the Sky*، *Fast Times*

Rainbows End، *The Cookie Monster* ، *at Fairmont* High ،
The Peace War کو Hugo Award سےنوازاجاچکاہے۔

Stephen Baxter ایک برٹش سائنس فکشن نگار ہے ۔ *Moon Six*
، *War Birds* ، *Voyage* ، *Brigantia's Angels* ، *The Time Ships*
، *Moon-Calf* ، *Omegatropic* اور *Mayflower II* وغیرہ ہیں۔ان میں
سےزیادہ ترکومختلف انعامات سےنوازاجاچکا ہے۔

Greg Egan ایک اسٹریلیائی سائنس فکشن نگار ہے ۔اس کے ناولوں میں
An Unusual Angle ، *Quarantine* ، *Distress* ، *Diaspora* اور
Teranesia وغیرہ اہم ہیں۔

Iain Banks اسکاٹ لینڈ کا رہنے والا ایک سائنس فکشن نگار ہے۔اس کے ناول
The Wasp Factory ، *Walking on Glass* ، *The Bridge* ،
The Crow Road ، *A Song of Stone* ، *Transition* اور
Stonemouth بہت مقبول ہیں۔

Neal Stephenson ایک امریکی مصنف ہے۔اس کے اہم ناول
The Big U ، *Cryptonomicon* ، *Anathem* ، *The Mongoliad* اور
Reamde وغیرہ ہیں۔

ان کے علاوہ Peter F. Hamilton ، Orson Scott Card ،
Kim Stanley Robinson ، Richard Morgan ، Elizabeth Moon ،
Dan Simmons ، Bruce Sterling ، David Brin ، Ben Bova اور
Gregory Benford. بھی اہم سائنس فکشن نگاروں میں شمار ہوتے ہیں۔[24]

فرانسیسی (French)

فرانسیسی زبان میں سائنس فکشن کی بنیادیں بہت گہری ہیں۔ یہاں سترہویں صدی میں ہی Cyrano de Bergerac کے ناول *Comical History of the States and Empires of the Moon* میں خلائی سفر اور Aliens کا ذکر ملتا ہے۔ Bernard Le Bovier de Fontenelle کی کتاب *Entretien sur la Pluralité des Mondes* اور Voltaire کے ناول *Micromégas* اور *Plato's Dream* میں مستقبل کی دنیا کا تصور پیش کیا گیا ہے۔ Simon Tyssot de Patot کا ناول *Voyages et Aventures de Jacques Massé*، Louis-Sébastien Mercier کا ناول *L'An 2440* اور Louis Geoffroy کا ناول *Napoleon et la Conquête du Monde* بھی اہمیت رکھتے ہیں۔

بہرحال اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ نہ صرف فرانس بلکہ دنیا بھر میں ماڈرن سائنس فکشن کی صنف کا موجد Jules Verne تھا جس نے بہت سارے سائنس فکشن ناول اور کہانیاں تصنیف کیں اور اس بنا پر ساری دنیا اسے Father of Science Fiction مانتی ہے۔[25]

Jules Verne

جولس ورن (1828-1905) نے 55 سائنس فکشن ناول لکھے جنہیں اجتماعی طور پر *The Extraordinary Voyages* کے نام سے

موسوم کیا جاتا ہے۔ ان میں سے 54 ناول 1863ء سے 1905ء کے دوران شائع ہوئے۔ جولس ورن کا آخری ناول *Paris au XXe siècle* اس کی موت کے بعد 1994ء میں شائع ہوا۔ [26]

جولس ورن سائنس فکشن کا موجد تھا۔ اس کے ناولوں کی بے انتہا مقبولیت نے ساری دنیا کو اس صنف کی جانب متوجہ کیا۔ دنیا کی بیشتر زبانوں میں اس کے ناولوں کے ترجمے کئے گئے اور ان سے ہی تحریک پا کر مختلف زبانوں کے مصنفین نے اس صنف میں طبع آزمائی شروع کی۔ جولس ورن کے مشہور ترین ناول درج ذیل ہیں:

Journey to the Center of the Earth

From the Earth to the Moon

Twenty Thousand Leagues Under the Sea

Around the World in Eighty Days

Around the world in 80 days

سے ایک تصویر، فلیس فوگ ہاتھی خریدتے ہوئے

جولس ورن کے بعد فرانسیسی سائنس فکشن کے افق ابھرنے والے صف اول کے مصنفین کے نام حسب ذیل ہیں۔

J.-H. Rosny aîné

Louis Boussenard

Didier de Chousy

Arnould Galopin

Paul d'Ivoi

Docteur Mystère

John Antoine Nau

اور Albert Robida وغیرہ۔

ان میں J.-H. Rosny aîné کو Father of Modern French Science Fiction کہا جاتا ہے اور اس کے کارناموں کا مقابلہ عظیم برٹش سائنس فکشن نگار H. G. Wells سے کیا جاتا ہے۔ J.-H. Rosny aîné نے *Les Xipehuz* اور *La Mort de la Terre* جیسے شاہکار ناول لکھے۔

دونوں عظیم جنگوں کے دوران سائنس فکشن کی تصنیفات کا سلسلہ تقریباً رک گیا۔ اس دوران صرف چند نام ہی ابھر کر سامنے آئے مثلاً Régis Messac، José Moselli، Jacques Spitz اور René Thévenin وغیرہ۔ جنگوں کے دوران ذہنوں پر قنوطیت طاری ہوگئی تھی۔ لوگ انسان، انسانیت اور مستقبل سے مایوس ہو گئے تھے۔ یہ مایوسی اس دور کے نالوں میں صاف دکھائی دیتی ہے اس وجہ سے اس دور کے ناولوں کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی جاسکتی۔[27]

دوسری جنگ عظیم کے بعد فرانس میں سائنس فکشن کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ اس دور میں ابھرنے والے مصنفین میں Francis Carsac، Philippe Curval، Daniel Drode، Michel Jeury اور Gérard Klein کے نام اہم ہیں۔

1951ء میں *Anticipation* کے عنوان سے سستے ناولوں کا سلسلہ شروع کیا گیا جس میں Pierre Barbet، Richard Bessière، B.-R. Bruss، Gérard Klein، André Caroff اور André Ruellan وغیرہ مصنفین کے سستے Paperback ناول شائع ہوئے اور عوام میں بہت مقبول ہوئے۔ سستے ناولوں کا ایک اور سلسلہ *Présence du Futur* کے عنوان سے 1954ء میں شائع ہونا شروع ہوا جس کے مصنفین میں Jean-Pierre Andrevon، Jean-Louis Curtis،

Gérard Klein، Jacques Sternberg اور Jérôme Sériel کے نام لئے جا سکتے ہیں۔ [27]

1965ء میں ہدایت کار Jean-Luc Godard کی مشہور سائنس فکشن فلم *Alphaville* ریلیز ہوئی اور باکس آفس پر زبردست کامیاب رہی۔ 1970 کے عشرے میں فرانسیسی میگزین Métal Hurlant نے سائنس فکشن میں Comics کی شروعات کی اور آج فرانس میں سائنس فکشن کامکس اور Graphic Novels کی صورت میں بے حد مقبول ہے۔

1980 کی دہائی کے سائنسی ادب میں مابعد جدیدیت کے اثرات نمایاں تھے اور زیادہ تر Cyberpunk سائنس فکشن لکھے جا رہے تھے۔ آج صورت حال یہ ہے کہ فرانسیسی سائنس فکشن زیادہ تر گرافک ناولوں کی صورت میں شائع ہو رہے ہیں۔ *Bifrost*، *Galaxies* اور *Solaris* نامی سائنس فکشن میگزین میں سائنسی ادب خوب شائع ہو رہا ہے۔

جرمن (German)

جرمن زبان میں سائنس فکشن کی شروعات انیسویں صدی کے وسط میں ہوئی۔ یہ وہ دور تھا جب جولس ورن کے سائنس فکشن ناولوں کے ترجمے جرمن نوجوانوں میں بے حد مقبول تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جولس ورن کے ناولوں نے ہی جرمنوں میں سائنس فکشن کی رغبت پیدا کی۔ جولس ورن یہاں اس قدر مقبول تھا کہ شروع شروع میں جرمن سائنس فکشن ناولوں کے سرورق پر ''جرمن جولس ورن'' یا ''بالکل جولس ورن کے انداز میں'' جیسے جملے درج ہوا کرتے تھے جو گاہکوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے۔

Kurd Lasswitz

Kurd Lasswitz
کے ناول کا سرورق

جرمن زبان کا پہلا سائنس فکشن Kurd Lasswitz نے تصنیف کیا۔اس کی پہلی کہانی *Bis zum Nullpunkt des Seins* ایک اخبار میں شائع ہوئی۔ اس کا مقبول ترین ناول *Auf zwei Planeten* ہے جس کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ اس زمانے میں اس کتاب کی 70,000 کاپیاں فروخت ہوئی تھیں۔اس کتاب میں مریخیوں اور زمین کے باشندوں کے درمیان ہونے والے تنازع کو دکھایا گیا ہے۔قطب شمالی کے اوپر اڑتے ہوئے ایک غبارے کے تین مسافروں کو مریخ کے باشندے پکڑ کر ایک خلائی اسٹیشن میں لے جاتے ہیں۔وہاں زمینی باشندوں کو پتہ چلتا ہے کہ مریخی ،زمینی باشندوں سے ہر لحاظ سے زیادہ ترقی یافتہ ہیں۔ان کی اصول وقانون بہت اچھے ہیں ۔اوراس لحاظ سے مریخ ایک Utopia کا درجہ رکھتا ہے۔آگے چل کر اس ناول میں زمینی اور مریخی باشندوں کے درمیان کافی تنازعات کھڑے ہوتے ہیں اورلڑائیاں ہوتی ہیں۔

Lasswitz کے دوسرے اہم ناول [1906] *Aspira* اور [1909] *Sternentau* ہیں۔

Michael Georg Conrad نے1895ء میں ناول *In purpurner Finsterniß* لکھا۔اس ناول میں Teuta نامی ایک ملک دکھایا گیا ہے جہاں کے لوگ زمین کے نیچے سرنگوں اور غاروں میں رہتے ہیں۔ جہاں کچھ بھی قدرتی نہیں ہے،

ہر چیز مصنوعی ہے۔ یہاں تک کہ درجہ حرارت کو بھی مشینوں سے کنٹرول کیا جاتا ہے۔مردوں اورعورتوں کو ایک ساتھ رہنے کی اجازت نہیں ہے ۔صرف کچھ خاص موقعوں پر تولیدی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے انہیں اکٹھا کیا جاتا ہے۔ناول کا ہیروGrege اپنی محبوبہ Jala کے ساتھ وہاں سے فرار ہو جاتا ہےاور بڑی مشکلوں سے N o r d i k a نامی ملک میں پہونچتا ہے جو Teuta کی بالکل ضد ہے، جہاں سب کچھ فطری ہےاور جہاں مرداورعورتیں ایک ساتھ خاندانوں کی شکل میں رہتے ہیں۔ یہ ناول دراصل زندگی گزارنے کےفطری اور مصنوعی طورطریقوں کا ایک تقابلی جائزہ پیش کرتا ہے۔

جرمن سائنس فکشن کا ایک اہم نام Albert Daiber ہےاس کا مشہور ناول *Anno 2222 - Ein Zukunftstraum* [1905] ہے۔ اس کے بعد Friedrich Wilhelm Mader نے *Wunderwelten* نامی ناول لکھا جو خلائی سفر کی کہانی پر مبنی تھا۔اس کے دوسرے اہم ناول *Die Tote Stadt* [1923] اور *Der Letzte Atlantide* [1923] ہیں۔

Paul Scheerbart نے *Die Grosse Revolution* اور *Lesabéndio* [1913] نامی ناول لکھے جو بہت مقبول ہوئے۔

سستے ناولوں (Dime novels) کا دور:

ایک دور آیا جب امریکہ کی طرح جرمنی میں بھی سستے ناولوں کی بھرمار ہوگئی۔امریکہ میں ان ناولوں کو Pulp یا Dime ناول کہا جاتا تھا اور برطانیہ میں penny dreadfuls ۔ ان کا جرمن متبادل نام Groschenroman تھا۔ یہ ناول انتہائی معمولی کاغذ پر چھاپے جاتے تھےاس لئے بازار میں بہت سستے بکتے تھے۔اس وجہ سے ان کی کھپت بہت زیادہ تھی۔ 1905 سے 1914 کے درمیان کا زمانہ ان ناولوں کے عروج کا

دور تھا۔Dime ناولوں میں ہر طرح کے ناول شامل تھے مثلاً جاسوسی، مہماتی، خوفناک اور سائنس فکشن وغیرہ۔زیادہ تر کہانیاں طویل سلسلوں کی صورت میں شائع ہوا کرتی تھیں یعنی ہر کہانی کئی کئی ناولوں پر محیط ہوتی تھی اور ان کے کردار مستقل ہوا کرتے تھے۔(اردو میں ابن صفی یا اکرم الہ آبادی وغیرہ نے اسی انداز میں مستقل کرداروں کو لے کر ناولوں کی تخلیق کی۔ابن صفی نے عمران سیریز کے 120 اور کرنل فریدی سیریز کے 125 ناول تصنیف کئے)۔

ان میں سب سے مشہور سائنس فکشن سلسلہ *The Air Pirate and His Steerable Airship* تھا۔یہ دنیا کا پہلا Dime ناول سائنس فکشن سلسلہ تھا جو 1908ء میں شائع ہوا تھا۔اس کا ہیرو کیپٹن مورس تھا جو اپنے والدین کے قاتلوں سے بدلہ لینے کی کوششوں میں مصروف ہے۔وہ ایک airship میں سفر کرتا ہے۔آگے چل کر وہ اپنا ایک خلائی جہاز بھی بناتا ہے اور دوسرے سیاروں کا سفر کرتا ہے۔مریخ اور زہرہ کے باشندوں سے اس کی جھڑپیں بھی ہوتی ہیں۔یہ سلسلہ اس قدر مقبول ہوا کہ اس کے 165 ناول شائع ہوئے۔کچھ دوسرے مصنفین نے انہیں کرداروں کو لے کر ناول لکھے۔اتنی مقبولیت حاصل کرنے کے باوجود اس سلسلے کے مصنف کا نام پردۂ راز میں ہے۔بعض ذرائع کا کہنا ہے کہ یہ کسی ایک مصنف کی تخلیقات نہیں ہیں بلکہ مختلف لوگوں کا اجتماعی کارنامہ ہے۔

سستے ناول اس قدر مقبولیت حاصل کرنے کے باوجود اچھی نگاہوں سے نہیں دیکھے جاتے تھے اور اسکولوں، کالجوں، چرچ کی لائبریریوں اور دیگر اداروں کی لائبریریوں میں ان کی جلدیں نہیں رکھی جاتی تھی بلکہ کچھ ادارے تو ان کو جلا دینے کے حق میں تھے۔ان ناولوں کا کاغذ بھی انتہائی خراب قسم کا ہوتا تھا۔یہی وجہ ہے کہ آج ان ناولوں کی بہت کم جلدیں ہی محفوظ رہ گئی ہیں۔پہلی جنگ عظیم کے دوران، کاغذ کی کمی کی وجہ سے، Dime ناولوں کے 135 سلسلوں پر پابندی لگا دی گئی اور اس طرح وقتی طور پر ان کا زوال ہو گیا۔لیکن جنگ کے خاتمے کے بعد جب بادشاہت کا جنازہ اٹھ چکا اور جرمنی میں پہلی

جمہوری حکومت قائم ہوگئی تو ان ناولوں پر لگا سینسر شپ بھی ہٹ گیا اور یہ ناول ایک بار پھر دھڑلے سے فروخت ہونے لگے۔لیکن ایک بار پھر حکومت کو یہ لگنے لگا کہ یہ ناول معاشرے کے لئے ٹھیک نہیں ہیں اس لئے ایک قانون بنایا گیا جس کے تحت ان ناولوں کو سنسر کیا جانے لگا۔[12]

ایسے دور میں چند معیاری سائنس فکشن ناولوں کی تصنیف ہوئی جو سچ مچ Technological Scientific utopian novel کہے جاسکتے تھے۔ان مصنفوں میں سب سے اہم نام Hans Dominik کا تھا۔

Hans Dominik

Hans Dominik نے تقریباً 20 سائنس فکشن تصنیف کئے ۔ اس کے مشہور ناولوں میں *The Trace of* اور *The Power of Three* *Chingis Khan* بہت اہم ہیں۔اس کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ 1920 سے 1940 کے درمیان مجموعی طور پر اس کے ناولوں کی 20 لاکھ کاپیاں فروخت ہوئیں۔Hans آج بھی جرمنی کا مقبول ترین سائنس فکشن نگار مانا جاتا ہے۔

اس دور کے دیگر سائنس فکشن نگار Rudolf Daumann, Stanislaw Hans Richter, Kurt Bialkowski, Karl August von Laffert Siodmak اور Norbert Jaques رہے ہیں۔لیکن Dominik کے بعد جس اہم مصنفہ کا نام لیا جاسکتا ہے وہ Thea von Harbou ہے۔اس نے سائنس فکشن فلموں کو ناول کی صورت میں پیش کیا مثلاً *Metropolis* [1927] اور *Frau im Mond* [1929] وغیرہ۔ [28] [29]

1933 میں نازیوں نے حکومت پر قبضہ کرلیا۔انہوں نے زندگی کے ہر

شعبے میں مداخلت کی اور اپنے نظریات کو تھوپنے کی کوششیں کیں۔انہوں نے ادب کو پروپگنڈا کے ہتھیار کے طور پر استعمال کیا۔لائبریریوں اور کتابوں کی دوکانوں کی ''صفائی'' کی جانے لگی اور بے شمار کتابیں جلا کر راکھ کر دی گئیں۔1936 میں ایک قانون کے تحت کسی بھی قسم کی ادبی تنقید پر پابندی لگا دی گئی۔رسائل میں شائع ہونے والے تبصروں میں صرف کتاب کا ہلکا پھلکا جائزہ ہی لیا جا سکتا تھا۔انہی دنوں ایک بار پھر سستے ناولوں پر یہ کہہ کر پابندی لگائی گئی کہ ان کے ہیرو امریکن اور برٹش ٹائپ ہیں۔

اس دور میں سائنس فکشن بالکل نہیں لکھا گیا۔تاریخ کے صفحات میں 1933 سے 1945 کے درمیان جرمن سائنس فکشن کا کوئی ذکر نہیں ہے۔اس کے بعد کے دور میں بھی سائنس فکشن کا کوئی خاص سراغ نہیں ملتا۔صرف اکادکا مصنفین کی کاوشیں دستیاب ہیں۔

نازی ازم کے بعد جرمن سائنس فکشن کے سامنے دوسری رکاوٹ برلن کی دیوار بھی تھی۔ 1949ء میں جرمنی کے بٹوارے کے بعد مشرقی جرمنی میں کمیونسٹ حکومت قائم ہوئی۔دیگر کمیونسٹ ملکوں کی طرح یہاں بھی ادب کی اشاعت بڑی سخت سنسر شپ کے بعد ہی ممکن ہوتی تھی۔سائنس فکشن ویسے ہی کمیونسٹوں کو پسند نہیں تھی۔پابندیوں کے باوجود سائنس فکشن مشرقی جرمنی میں شائع ہوئے۔مشرقی جرمنی کے اولین سائنس فکشن ناول Arthur Bagemuhl نے *Das Waltraumschiff* کے عنوان سے اور Klaus Kunkel نے *Heisses Metal* کے عنوان سے 1952ء میں تصنیف کئے۔1953ء میں *Das neue abenteuer* کے نام سے ایک Dime ناول سیریز شائع ہونا شروع ہوا۔اسی دوران *Jugend und Technik* اور *Junge Welt* وغیرہ رسائل میں سائنسی افسانے شائع ہونے شروع ہوئے۔[30]

سائنس فکشن کی اشاعت کمیونسٹوں کو برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ ان کے نزدیک ایک آئیڈیل سوشلسٹ سوسائٹی میں تفریحی ادب کی گنجائش نہیں ہے۔ یہ محض سرمایہ داروں کا پرپگنڈا کے لئے استعمال ہونے والا ہتھیار ہے۔ بہرحال یہ سب چلتا رہا وقت کے ساتھ ساتھ کمیونسٹوں کو سنسرشپ میں تھوڑی ڈھیل دینی پڑی اور وقتاً فوقتاً پابندیوں کے ساتھ ہی، سائنس فکشن مشرقی جرمنی میں پنپتا رہا۔ [31]

دورحاضر میں کمیونسٹ حکومت ختم ہو چکی ہے، دونوں جرمنی ایک ہو چکے ہیں۔ آج جرمنی میں سائنس فکشن لکھا جا رہا ہے اور خوب لکھا جا رہا ہے۔ مشہور جرمن سائنس فکشن نگاروں میں Wolfgang Jeschke ، Thomas R. P. Mielke، Achmed Adolf Wolfgang Khammas (احمد خماس)، Andreas Eschbach، Herbert W. Franke، Carl Amery، Jakob Arjouni، Hans Joachim Alpers، Dietmar Dath، Angela Steinmüller، Michael Szameit، H. G. Francis اور Otto Willi Gail وغیرہ کے نام لئے جا سکتے ہیں۔[32]

روسی (Russian)

روسی زبان کا پہلا Proto-Science Fiction ناول Fedor Dmitriev-Mamonov کا *A Philosopher Nobleman* تھا جو 1769ء میں شائع ہوا۔ Faddei Bulgarin کی بعض کہانیوں میں مستقبل کی تصاویر، تحت الثریٰ اور خلائی سفر کے قصے موجود ہیں۔ انیسویں صدی کے اواخر میں خلائی اسفار پر مبنی کہانیاں اور ناول لکھے جانے لگے۔ Dmitry Sigov نے 1832 میں *Voyage*

to the Sun and Planet Mercury and All the Visible and Invisible Worlds لکھا۔ Pyotr Mashkov نے *Correspondence of a Moonman with an Earthman* نامی ناول لکھا، Semyon Dyachkov نے 1844 میں *Voyage to the Moon in a Wonderful Machine* اور Demokrit Terpinovich نے 1846 میں *Voyage in the Sun* تصنیف کیا۔

شاید روسی زبان کا پہلا حقیقی سائنس فکشن نگار Alexander Veltman تھا جس نے 1836ء میں *Predki Kalimerosa: Aleksandr Filippovich Makedonskii* نامی ناول تصنیف کیا جسے روس کا پہلا True Science Fiction ناول کہلانے کا شرف حاصل ہے۔یہی نہیں یہ دنیا کا بھی پہلا ناول ہے جس میں ٹائم مشین کا استعمال دکھایا گیا ہے۔اس ناول کا ہیرو ایک Hippogriff (اڑنے والے گھوڑے) پر سوار ہوکر ماضی کا سفر کرتا ہے اور ارسطو سے ملتا ہے، پھر سکندر اعظم کے ساتھ سفر میں جاتا ہے اور آخر میں پھر انیسویں صدی میں لوٹ آتا ہے۔ Alexander Veltman کا ہی ایک اور ناول *Year 3448* ہے جو 1833 میں تصنیف کیا گیا تھا، جس میں مستقبل کے سفر کی کہانی پیش کی گئی ہے۔

Mikhail Mikhailov کا افسانہ *Beyond History* انسانی ارتقا کی کہانی ہے اور اس میں پتھر کے دور کے انسان کی کہانی پیش کی گئی ہے۔یہ افسانہ دنیا کا دوسرا prehistoric fiction ہے۔ بعد میں اس انداز کی کئی کہانیاں لکھی گئیں۔1890ء میں Wilhelm Bitner نے *Prehistoric Man*، Dmitry Pakhomov نے *The First Artist* [1907]، Pyotr Dravert نے *Tale of a Mammoth and an Ice-Man*

[1909] اور Vladimir Bogoraz نے *Dragon's Victims* تصنیف کیئے۔

Valery Bryusov نے، جو اپنی علامت نگاری کے لئے مشہور ہے، کئی سائنسی افسانے تخلیق کیئے۔ ایک اور علامت نگار Fyodor Sologub نے *Voluminous A Created Legend* نامی Utopia ناول لکھا۔ Andrei Bely نے [1914] *Petersburg* لکھا جس میں ایک ایسے شہر کی عکاسی کی گئی تھی جو دھوکے اور فریبِ نظر سے بھرا ہوا تھا۔ Professor Korobkin نے اپنے ناول *The Moscow Eccentric* [1926] میں Nuclear Fission کا طریقہ پیش کیا ہے۔ اس کے ایک اور افسانے *Argonauts* میں 23ویں صدی میں سورج کے سفر کی کہانی پیش کی گئی ہے۔

Nikolai Chernyshevsky کا Socialiost Utopia ناول *What Is to Be Done?* [1863] مستقبل بعید کی کہانی پیش کرتا ہے۔ Socialist Utopia کی دوسری مثالیں A. Va-sky کا ناول [1897] *Diary of André*، Porfiry Infantyev کا ناول [1901] *On Another Planet*، Nikolay Oliger کا ناول [1910] *Spring Feast* اور Alexander Kuprin کا افسانہ [1907] *Toast* بے حد اہم ہیں۔

دوسرے موضوعات پر بھی سائنس فکشن لکھے گئے مثلاً N. Kholodny کا ناول [1900] *Struggle of the Worlds* اور Simon Belsky کا ناول *Under the Comet* میں عالمی تباہی کے موضوع پر مبنی تھے، Sergey Solomin کا ناول [1914] *Under the Glass Dome* انٹارکٹیکا پر قائم ہونے والی شہری حکومتوں کی کہانی پر مبنی تھا، Nikolay Shelonsky کا ناول *Brothers of*

Larisa اور آب حیات کے موضوع پر تھا *the Saint Cross* [1898] Reisner کا ناول [1913] *Atlantis!* ایک غرقاب براعظم "اٹلانٹس" کے تصور پر مبنی تھا۔

1890ء کے بعد سے ہی خلائی سفر روسی سائنس فکشن کا سب سے اہم موضوع نظر آتا ہے۔ Anany Lyakide کا ناول [1892] *In the Ocean of Stars*، Konstantin Tsiolkovsky کے ناول [1893] *In the Moon* اور [1895] *Dreams of Earth and Skies*، Leonid Bogoyavlensky کا ناول [1901] *Voyage to Mars*، Nikolay Morozov کا ناول [1908] *In Space* اور Boris Krasnogorsky کے ناول [1913] *Sailing Ether* اور *Islands of Ethereal Ocean* [1914] خلائی اسفار کے موضوعات پر مبنی ہیں۔

مستقبل میں ہونے والی جنگوں کے موضوع پر بھی کئی سائنسی ناول لکھے گئے جن کے زیادہ تر مصنف خود ملٹری سے تعلق رکھتے تھے۔ ریٹائرڈ نیوی آفیسر الیکزنڈر بلمور نے [1887] *Russian Hope* اور [1889] *Fatal War of 18..,* نامی ناول لکھے۔ K. Golokhvastov نے *Chinese-European War* ، Vladimir Semyonov نے [1908] *Queen of the World* اور [1909] *Kings of the Air*، P. R-tsky نے *War of the "Ring"* [1913] *with the "Union"* اور Lev Zhdanov نے *The End of* [1915] *the War* نامی ناول تصنیف کیے۔

سوویت یونین کے قیام کے بعد روس میں سائنس فکشن بہت لکھا گیا اس کی وجہ غالباً روس کی خلائی ٹکنالوجی میں بالا دستی تھی۔ Alexander Belayev، Grigory Adamov، Vladimir Obruchev، Aleksey Nikolayevich

Alexander Kazantsev ،Tolstoy وغیرہ نے جولس ورن اور ایچ جی ویلس کے انداز میں ناول لکھے۔ان کے ناول جدید ترین ٹکنالوجی، خلائی سائنس اور سائنسی پیش گوئیوں پر مبنی تھے۔ بعض مصنفین نے مارکسی Utopia بھی پیش کیا جن میں دوسرے سیاروں پر قائم آئیڈیل کمیونسٹ حکومت کی دلکش تصاویر پیش کی گئیں۔

دور حاضر میں بھی سائنس فکشن اور فنطاسی روس میں بے حد مقبول ہے۔ *Metro 2033* اور *S.T.A.L.K.E.R.* اس کی بہترین مثالیں ہیں۔خاص بات یہ ہے روس میں شائع ہونے والے کُل سائنس فکشن کا تقریباً نصف حصہ یوکرین میں، خصوصاً Kharkov میں، لکھا جاتا ہے۔وہاں سے تعلق رکھنے والے مصنفین میں H. L. Oldie، Alexander Zorich، Marina، Sergey Dyachenko، Yuri Nikitin اور Andrey Valentinov بہت اہم ہیں۔ [33]

مشرقی زبانوں میں سائنس فکشن کی روایت

عربی (Arabic)

دور قدیم کی عربی داستانی ادب میں سائنس فکشن کے عناصر پائے جاتے ہیں۔ ہم انہیں Proto Science Fiction کہہ سکتے ہیں۔ان میں سب سے بہتر مثال **الف لیلہ و لیلہ** (*Thosand and one Nights*) ہے جس کی کئی کہانیوں میں سائنس فکشن کے عناصر موجود ہیں۔مثال کے طور پر ''بلوقیا کی کہانی''، جس میں اس کا کردار بلوقیا آب حیات کی تلاش میں سمندروں سے گزرتا ہے، جنت و جہنم کی سیر کرتا ہے اور کائنات کے دوسرے حصوں میں موجود ایسی دنیاؤں کا سفر کرتا ہے جو ہماری دنیا سے کئی گنا

زیادہ وسیع و عریض ہیں۔سفر کے دوران وہ جنوں کی بستیوں سے گزرتا ہے،جل پریوں کے دیس کی سیر کرتا ہے، باتیں کرنے والے سانپوں اور درختوں سے ملتا ہے۔اسی طرح الف لیلہ و لیلہ کی ہی ''عبداللہ ماہی گیر اور عبداللہ بحری کی کہانی'' میں عبداللہ ماہی گیر پانی کے اندر سانس لینے کی تکنیک سیکھ لیتا ہے اور سمندر کے اندر کی دنیا کی سیر کرتا ہے۔''پیتل کا شہر'' نامی کہانی میں شہر کی تلاش میں جانے والی مہماتی ٹیم کے لوگوں کو ایک ممی کی ہوئی ملکہ، بغیر دھاگوں کی مدد کے رقص کرنے والی کٹھ پتلیاں، انسانوں جیسے روبوٹ اور ایک پیتل کا مشینی سوار جو لوگوں کو راستہ بتاتا ہے، ملتے ہیں۔''آبنوس کے گھوڑے کی کہانی میں'' فارس کا شہزادہ ایک میکانیکل گھوڑے کی سواری کرتا ہے، جو کل پرزوں کی مدد سے ہوا میں پرواز کرتا ہے۔جدید زمانے کی اصطلاح میں ہم اس گھوڑے کو ایک روبوٹ کہہ سکتے ہیں۔''تیسرے قلندر کی کہانی'' میں بھی ایک روبوٹ کا ذکر ہے۔غرض الف لیلہ و لیلہ کی بعض کہانیاں ''ابتدائی سائنس فکشن'' (Proto Science Fiction) کہی جا سکتی ہیں۔[34]

دسویں صدی عیسوی میں الفارابی نے الرسالہ فی مبادی آرا اھل المدینۃ الفضیلہ کے عنوان سے ایک Utopia تصنیف کیا جس میں مستقبل کے ایک آئیڈیل شہر کا نقشہ کھینچا گیا تھا۔[35]

ابو یحیٰ زکریا ابن محمد القزوینی نے ایک کہانی عوج بن عنفق لکھی جس میں ایک شخص دور دراز کے سیارے سے زمین کا سفر کرتا ہے۔

عربی زبان کا پہلا سائنس فکشن ناول علاء الدین الحسن علی بن ابی حزم القرشی الدمشقی المعروف بہ **ابن النفیس** کا ناول ''الرسالة الکاملیة فی السیرة النبویة'' (*The Treatise of Kamil on the Prophet's Biography*) ہے جس کا انگریزی ترجمہ *Theologus Autodidactus* کے نام سے مشہور ہے۔[36]

اس نے یہ ناول 1268ء سے 1277ء کے درمیان لکھا تھا۔اس ناول میں کئی

ابن النفیس

ایسے عناصر موجود ہیں جنہیں سائنس فکشن کہانیوں میں پایا جاتا ہے۔مثلاً کہانی کے کردار کاازخود پیدا ہوجانا (Spontaneous generation)، مستقبل کا علم، دنیا کی مکمل تباہی (روز قیامت)، روزمحشر اور حیات بعد الممات وغیرہ۔ان ساری مذہبی باتوں کی تشریح ابن النفیس نے اس زمانے کے سائنسی علم کے مطابق کی ہے اور اس کے لئے اس نے علم حیاتیات، علم عضویات، علم فلکیات اور علم کائنات وغیرہ کا سہارالیا ہے۔اس طرح ایک مذہبی کتاب عربی زبان کا پہلا سائنس فکشن ناول کہلانے کی حقدار بن گئی۔دراصل اس سے ابن النفیس کا مقصد یہ تھا کہ اسلامی مذہبی حقیقتوں کولوگ سائنسی اصولوں اور فلسفے کی مدد سے سمجھنے کی کوشش کریں۔[37]

جدید دور میں عربی زبان کی اولین حقیقی سائنس فکشن کہانیاں 1940ء کے عشرے کے اواخر میں مصری افسانہ نگار توفیق الحکیم نے تصنیف کیں لیکن زیادہ تر عربی ناقدین اس کی کہانیوں کوسائنس فکشن نہیں مانتے ہیں اور وہ مصطفےٰ محمود کواولیت دیتے ہوئے اسے Father of Arabic Science Fiction قرار دیتے ہیں۔ [38]

حالانکہ 1960 کی دہائی تک بہت سارے مصنفین نے سائنس فکشن تصنیف کیئے لیکن ان میں صرف چند کو ہی ہم اس صنف کا ماہر کہہ سکتے ہیں۔ان میں سب سے اہم نام عمران طالب کا ہے جوشام کا باشندہ ہے۔اس کے اب تک سات سائنسی ناول اور سائنسی افسانوں کے کئی مجموعے شائع ہوچکے ہیں [39] ۔ ان میں سب سے اہم ناول خلف حاجز الزمان اورمجموعے کوکب الالهام ، لیس فی القمرللفقراء اور

اسرار من مدينة الحكماء ہیں۔ طالب نے 1980ء میں فی الخیال العلمی (About Science Fiction) کے عنوان سے، سائنس فکشن کی صنف سے متعلق ایک کتاب بھی تصنیف کی ہے۔

سائنس فکشن آج تمام عرب ملکوں میں لکھا جا رہا ہے۔ مثلاً لیبیا میں یوسف الکویری نے ایک ناول من مذاکرات رجلٌ یلاد (From the diary of a man not yet born) تصنیف کیا جس میں 32 ویں صدی میں لیبیا میں پیدا ہونے والے شخص کی زندگی کی عکاسی کی گئی ہے۔ ایک فلسطینی مہاجر مصنف عامل حبیبی کا ناول الواقعہ الغربیہ فی اختفا سعید ابوالنحس المتشائل (The Secret Life of Saeed, the illfated Pessoptimist) تصنیف کیا جس میں اسرائیلی باشندہ بن جانے والے ایک فلسطینی کی کہانی بیان کی گئی تھی۔ مصر کے یوسف عزالدین عیسیٰ نے سائنس فکشن پر مبنی کئی ریڈیو پروگرام پیش کئے۔

کئی دوسرے سائنس فکشن نگاروں نے مختصر سائنسی کہانیاں لکھیں۔ شام کے ولید اخلاصی نے ان سائنسی افسانوں کا ایک مجموعہ قصص کے نام سے اور تیونس کے عزالدین مدنی نے خرافات کے نام سے شائع کئے۔

نورۃ احمد النومان

الجریا کے حسین فاروق زہر نے فرانسیسی زبان میں ایک سائنس فکشن Peloton de tete لکھا جس کا عربی ترجمہ بھی ہوا۔ شارجہ کی نورۃ احمد النومان (Noura al Noman) غالباً عربی دنیا کی واحد خاتون سائنس فکشن نگار ہیں جنھوں نے خاص طور سے Teenagers کے لئے ایک سائنس

فکشن اجوان (Ajwan) تصنیف کی ہے۔

عرب میں ڈراما بہت اہمیت رکھتا ہے۔ان میں سے چند سائنس فکشن کہانیوں پر بھی مشتمل ہوتے ہیں۔مصری ڈراما نگار یوسف ادریس نے الجنس الثالث (The Third Sex) کے عنوان سے ایک ڈراما تصنیف کیا. جس میں آدم نامی ایک سائنسداں موت اور زندگی کے انزائموں کی کھوج کرتا ہے اور ایک تصوراتی دنیا کا سفر بھی کرتا ہے۔

دوسرے مصری ڈراما نگار علی سلیم نے بھی عربی زبان میں کئی سائنس فکشن ڈرامے تصنیف کیئے۔اس کے ڈرامے الناس اللی فی السمأ الثامنه (People fro ther Eighth Heaven) میں ایک سائنسداں کائنات کی اکیڈمی آف سائنس کے بیوروکریٹس کے خلاف جدوجہد کرتا ہے۔اس کے دوسرے ڈرامے الرجل اللی ضحك علی الملائکه (A man who laughed at the Angels) اور عفاریت مصر الجدیده (Satans from Heliopolis) بھی کافی مقبول ہوئے۔

عربی کے چند اور اہم سائنس فکشن نگار احمد خالد توفیق،جمیل ناصر،نبیل فاروق،لنا الکلانی، معن ابوطالب،احمد سویلم،امیّہ خفیجی،محمد العشری،نورالنعمان،عزیزہ الثوبانی، ناہید شریف، قاسم قاسم، طالب عمران، سلیمان محمود الخلیل، عبداللہ خلیفہ، اشرف فقیہ، صلادین احمد، ڈاکٹر ابراہیم مصطفےٰ اور احمد خماس وغیرہ ہیں۔

ڈاکٹر ابراہیم مصطفےٰ کی ایک سائنس فکشن کا سرورق

بہر حال مجموعی طور پر عربی سائنس فکشن کی حالت بہت اچھی نہیں کہی جاسکتی۔

عرب ملکوں میں ادب کی دوسری اصناف جس قدر زیادہ لکھی جاتی ہیں ان کے مقابلے میں عربی سائنس فکشن بہت کم لکھا جاتا ہے۔لندن کے مشہور اخبار The Guadian کے 30رجولائی 2009ء کے شمارے میں نسرین ملک لکھتی ہیں:

"I was disappointed to find that while Arabic and Middle Eastern literature seemed replete with fantastical anthologies such as One Thousand and One Nights where mystical creatures abound, there appeared to be a dearth of truly futuristic science fiction works rooted in Arab or Muslim culture." [40]

''مجھے یہ جان کر بے حد مایوسی ہوتی ہے کہ عربی اور مشرق وسطیٰ کے ادب میں ایک طرف جہاں 'الف لیلےٰ' جیسی فنطاسی موجود ہے جس میں عجیب وغریب مخلوقات دندناتے پھرتے ہیں وہیں ایسے حقیقی اور مستقبل بین سائنس فکشن کی بے حد کمی ہے جس کی جڑیں عرب اور مسلم ثقافت میں پیوست ہوں۔''

نسرین ملک نے عرب ملکوں میں سائنس فکشن کی کمی کی وجہ عربوں میں تعلیم کی کمی اوران کی ماضی پرستی کوٹھرایا ہے جو اپنے شاندار ماضی کے نشے میں اس قدر ڈوبے ہوئے ہیں کہ انہیں حال کا خیال ہی نہیں۔

کچھ ایسی باتیں مشہور عراقی ۔جرمن سائنس فکشن نگار احمد خماس (Achmed Adolf Wolfgang Khammas) *islamscifi.com* نامی ویب سائٹ کودئے گئے انٹرویو میں کرتے ہیں۔عام طور پر عربوں میں تعلیم کی کمی ہے۔سائنس سے ان کوکوئی واسطہ نہیں۔مسقبل بینی (Futurism) انہیں آتی ہی نہیں۔وہ کہتے ہیں:

"... because of the lack of scientific thinking in the whole society. There are nearly ZERO new innovations, inventions, patents in the Arabic world. Also there is a BIG lack on the practical side. No modern industry, so everybody use imported mobile phones... but 99% don’t know ANYTHING about how they work, this is just ONE example." [41]

”.... کیونکہ پورے سماج میں سائنسی سوچ کی کمی ہے۔عربی دنیا میں نئی اختراعات، ایجادات اور پیٹنٹس تقریباً صفر کے برابر ہیں۔اس کے علاوہ عملی جہت میں بھی بہت کمی ہے۔ جدید صنعتیں نہیں ہیں،اس لئے ہر شخص امپورٹڈ موبائل فون استعمال کرتا ہوا نظر آتا ہے.....لیکن 99% لوگ کسی چیز کے بارے میں یہ بھی نہیں جانتے کہ وہ کیسے کام کرتی ہے، یہ صرف ایک مثال ہے۔“

فارسی (Persian)

فارسی زبان میں سائنس فکشن تقریباً ناپید ہے۔اس کی دو وجہیں ہیں۔ایک تو یہاں کے لوگوں میں سائنس کی تعلیم کی کمی ہے اورلوگوں میں سائنسی مزاج عنقا ہے۔دوسرے یہاں کی حکومتیں ہمیشہ سے سائنس فکشن، فنٹاسی اور مستقبل نویسی کے خلاف رہی ہیں۔کبھی جب ایران میں بادشاہت تھی تب ان اصناف کو بادشاہت کے لئے خطرہ سمجھا گیا۔اپنی حکومت بچانے کے لئے یہ لازمی سمجھا گیا کہ عوام کو جتنا ممکن ہوسکے نئی روشنی

سے دور رکھا جائے۔عوامی انقلاب کے بعد زمام حکومت مذہبی انتہا پسندوں کے ہاتھ میں آ گئی اور یہ لوگ ادب کی ان اصناف کو اسلام کے منافی سمجھتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ یہاں نہ سائنسی ادب تحریر کیا جاتا ہے اور نہ ہی سائنس فکشن فلمیں بنتی ہیں۔

فارسی سائنس فکشن کی ساری سرگرمیاں آن لائن ہیں۔2/مئی 2004ء سے سائنس فکشن کے مصنفین، محققین، مترجم اور قارئین کی قائم کردہ ایک جماعت Speculative Fiction Group کے نام سے ایران میں سرگرم ہے جس کی ویب سائٹ Fantasy Academy (*www.fantasy.ir*) پر سائنس فکشن، جاسوسی، خوفناک اور فنٹاسی کہانیاں شائع کی جاتی ہیں۔اسی گروپ کے ذریعہ Persian Speculative Fiction Art and Literature Award بھی تقسیم کیئے جاتے ہیں، *Shegeft-zar* نامی ایک آن لائن رسالہ بھی جاری کیا گیا ہے جس میں سائنس فکشن اور فنٹاسی کہانیاں شائع کی جاتی ہیں۔یہی نہیں اس ادارے نے Persian Speculative Encyclopedia بھی شائع کیا ہے۔ [42]

اس ادارے سے منسلک بعض اہم مصنفین کے نام درج ذیل ہیں :

Bahareh ،Amir Sepahram ،Alireza Akhtari ،Behzad Ghadimi ،Ebrahim Taghavi ،Allahbakhsh Mehdi Bonvari ،Shabnam Hoseinpour ،Mahmood Afshari اور Somayeh Ganji وغیرہ [43] ۔

حال ہی میں ایک سائنس فکشن اینی میشن فلم *Tehran 2121* کے نام سے بنائی گئی ہے۔اس فلم کے ہدایت کار بہرام اعظمی ہیں۔اس فلم میں ایک 160 سالہ بوڑھے آدمی کا ماضی اور مستقبل دکھائے گئے ہیں۔فلم کی کہانی 2121ء کی ہے جب روبوٹ اور انسان ایک ساتھ رہتے ہیں۔انسانوں کی عمر میڈیکل سائنس کے کمال کی وجہ سے

160 سال تک جا پہونچی ہے۔ [44]

بہر حال مجموعی طور پر ایران میں سائنس فکشن کی صورت حال مایوس کن ہے۔

چینی (Chinese)

سائنس فکشن کو جدید سہل چینی زبان میں *Kehuan* کہا جاتا ہے۔چین میں سائنس فکشن کی ابتداً Lian Qichao سے ہوئی جس نے بیسویں صدی کی شروعات میں جولس ورن کے ناول *Fifteen Little Heroes* کا کلاسک چینی زبان میں ترجمہ کیا تھا۔

1903ء میں Lu Xun نامی نوجوان نے، جو جاپان میں زیر تعلیم تھا، جولس ورن کے *The Cannon Club* اور *Journey to the Centre of the Earth* کے تراجم جاپانی سے چینی زبان میں کیئے۔

چین میں پہلا سائنسی ناول Huang Jiang Diao Sou نے 1904ء میں *Yueqiu Zhimindi Xiaoshuo* (قمری کالونی) کے نام سے تصنیف کیا۔ اس ناول میں Long Meghua نامی ایک شخص چاند پر پہونچ کر وہاں ایک کالونی بساتا ہے جہاں کا معاشرہ ظلم، بربریت اور ناانصافی سے پاک ہوتا ہے۔

چینی رسالہ *Xia Shuo Lin* میں اوریجنل سائنس فکشن کہانیاں اور ترجمے دونوں اکثر شائع ہوا کرتے تھے۔

1949ء میں بادشاہت کا خاتمہ ہوا اور 'چینی عوامی جمہوریہ' کا قیام عمل میں آیا تو سائنس فکشن کی ترقی کی راہیں ہموار ہوگئیں۔عوام میں سائنس فکشن کافی مقبول ہو رہا تھا۔لیکن 76-1966ء کے دوران Cultural Revolution آیا تو سائنس فکشن کی ترقی رک گئی۔

1978ء میں Ye Yonglie نے *Xiao Lingtong's Travel in*

the Future لکھی جو کافی مقبول ہوئی۔

Zheng Wenguang کو Father of Cinese Science Fiction کہا جاتا ہے کیونکہ اس نے 1950-1970 کے درمیان کئی سائنس فکشن لکھے۔

چین کے دوسرے اہم مصنفین Ni Kuang ، Wang Xiaoda اور Liu Xingshi تھے۔

چین میں سائنس فکشن کی شروعات اور اس کا ارتقاً تو بڑے شاندار رہے لیکن جلد ہی اس کا برا دور آ گیا۔ 1983-84 ء میں Biao Qian نے سائنس فکشن کو" روحانی آلودگی" کے نام سے موسوم کیا۔اس کی تحریک کے نتیجے میں سائنس فکشن تقریباً ختم ہو کر رہ گئی۔

رہی سہی کسر حکومت کے اس گائیڈ لائن نے پوری کر دی جو 31/ مارچ 2011ء کو جاری کی گئی۔جس کی رو سے چینی تصنیفات وتراجم ،فلموں اور ٹی وی پروگراموں میں ایسی کہانیوں پر پابندی عائد کر دی گئی جن میں فنٹاسی ، ٹائم ٹریول، دیومالا ،شاہی دور کی توہمات اور پُنر جنم وغیرہ کا ذکر ہو۔

اس طرح اس قانون کے بعد آج چین میں سائنس فکشن کی روایت بالکل ختم ہو چکی ہے۔[45]

جاپانی (Japanese)

جاپانی زبان میں اس صنف کو *Kagoka Shosetsu* کہا جاتا ہے۔جاپان میں سائنس فکشن ایک اہم ادبی صنف کے طور پر مقبول ہے۔زمانہ قدیم کے جاپانی ادب میں بھی Proto Science Fiction کی کئی مثالیں موجود ہیں۔

آٹھویں صدی عیسوی کی Urashima Taro نامی مچھیرے کی کہانی جاپان

میں مشہور ہے۔ یہ کہانی جاپان کی سب سے قدیم کتاب *Nihongi* میں شامل ہے۔اس کہانی میں Time Travel کا تصور پیش کیا گیا ہے۔ Urashima نامی مچھیرا ایک دن وقت کا سفر کر کے مستقبل بعید کی دنیا میں پہونچ جاتا ہے اور وہاں تین دنوں تک قیام کرتا ہے۔ جب وہ واپس اپنی دنیا میں آتا ہے تو اسے پتہ چلتا ہے کہ یہاں تین سو سال گزر چکے ہیں۔اس کا گھر بوسیدہ ہو کر مسمار ہو چکا ہے، اس کے اہل خاندان سب کے سب مر کھپ گئے ہیں اور سب لوگ اسے بھول چکے ہیں۔

دسویں صدی کی ایک کہانی *The Tale of the Bamboo Cutter* بہت مشہور ہے۔اس کہانی میں Kaguya hime نامی چاند کی شہزادی کو خلائی جنگوں کے دوران حفاظت کی غرض سے چاند کے لوگ زمین پر چھوڑ دیتے ہیں۔ Kaguya ایک بانس کاٹنے والے لکڑہارے کو ملتی ہے۔ وہ اسے گھر لے جا کر اس کی پرورش کرتا ہے۔ جب وہ بڑی ہو جاتی ہے تو شہنشاہ اس پر عاشق ہو جاتا ہے اور اسے شادی کا پیغام بھیجتا ہے۔لیکن شہزادی انکار کر دیتی ہے اور واپس چاند پر چلی جاتی ہے۔اس کہانی میں اڑن طشتری جیسی مشین کا استعمال ہوتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔

1878-80 کے درمیان جولس ورن کے ناول *Around the World in Eighty Days* کا ترجمہ جاپانی زبان میں شائع کیا گیا۔اس کے بعد ورن کے دوسرے ناول بھی ترجمہ ہوئے۔

حقیقی طبع زاد سائنس فکشن ناولوں کی شروعات Shunro Oshikawa نے کی۔ اس نے 1900ء میں *Kaitei Gunkan* (Undersea warship) نامی ناول لکھا جس میں نہ صرف پانی کے اندر چلنے والے جہازوں (آب دوز کشتیوں) کا تصور پیش کیا بلکہ روسی جاپانی جنگ کی پیش گوئی بھی کی جو حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی۔

دونوں عظیم جنگوں کے درمیان جاپانی سائنس فکشن، امریکی سائنس فکشن سے

بہت متاثر ہوا۔اس زمانے کا مقبول ترین سائنس فکشن نگار Juza Unno تھا، جسے Father of Japanese Science Fiction بھی کہا جاتا ہے۔ Osamu Tezuka بھی اس دور کا ایک اہم سائنس فکشن نگار تھا۔اس کے ناول *Lost World*، *Metropolis* اور *Kitarubeki sekai* دوسروں کے لئے مشعل راہ بنے۔

جاپان کا پہلا سائنس فکشن رسالہ *Seiun* کے نام سے نکلا لیکن پہلے شمارے کے بعد ہی بند ہو گیا۔اس کے بعد اور کئی رسائل نکلے لیکن کوئی مستقل طور پر نہیں نکل سکا۔1960 کی دہائی میں *Hayakawa's S-F Magazine* اور *Uchujin* نامی رسائل شائع ہونے شروع ہوئے اور کافی مقبول بھی ہوئے۔پہلی جاپانی سائنس فکشن کنونشن 1962 ء میں منعقد ہوئی۔1963ء میں سائنس فکش نگاروں کی ایک انجمن Science Fiction & Fantasy Writers of Japan (SFWJ) قائم ہوئی جس میں گیارہ ممبر تھے۔

جاپان کے عصری سائنس فکشن کے بڑے اور مشہور نام Sakyo Komatsu، Yasutaka Tsutsui، Ryo Hanmura، Ryu Mitsuse، Kazumasa Hirai, Taku Mayumura، Shinichi Hoshi، Aran Kyodomari اور Aritsune Toyota ہیں۔ [46]

ہندوستانی زبانیں (Indian Languages)

ہندوستان کی مختلف زبانوں میں بھی سائنس فکشن لکھے جارہے ہیں۔ذیل میں چند اہم ہندوستانی زبانوں کی سائنس فکشن کا ایک مختصر جائزہ پیش کیا جارہا ہے(ان میں اردو شامل نہیں ہے۔اردو سائنس فکشن کا جائزہ ایک الگ باب میں پیش کیا جائے گا)۔

ہندی (Hindi)

ہندی زبان کے بعض قدیم دیو مالائی قصوں میں، جو حقیقتاً سنسکرت سے ہندی میں آئے ہیں، سائنس فکشن کے عناصر موجود ہیں۔انہیں Proto Science Fiction کہا جا سکتا ہے۔ان قصوں میں بہت ساری دنیاؤں (Alien worlds) کا تصور موجود ہے جیسے پاتال لوک، ناگ لوک، متسیہ لوک، گندھرو لوک، یکشا لوک، چندر لوک وغیرہ۔ان کے کردار ایک دنیا سے دوسری دنیا کا سفر (space travel) کرتے رہتے ہیں اس کے لئے وہ پُشپک ویمان (Spaceship) کا استعمال کرتے ہیں۔ان قصوں میں اس کائنات کے علاوہ اور بھی بے شمار کائناتوں (Parallel Universes) کا تصور بھی موجود ہے۔مہا بھارت کا ایک کردار سنجے، راجہ دھرت راشٹر کو میدان جنگ کا آنکھوں دیکھا حال سناتا ہے جب کہ وہ وہاں سے میلوں دور بیٹھا ہے یہ آج کے دور کی Tele-viewing and Telepathy کی ایک قسم کہی جا سکتی ہے۔راجہ دھرت راشٹر کی بیوی کا بچہ pre-mature حالت میں ہی پیدا ہو جاتا ہے پھر اس جنین کے 100 حصوں سے 100 بیٹے پیدا ہوتے ہیں یہ عمل Cloning اور Genetic Engineering کی ایک شکل کہا جا سکتا ہے۔مہا بھارت کا ایک کردار راجہ رایوت برہما کے پاس جاتا ہے، لیکن جب وہ واپس آتا ہے تو یہ دیکھ کر اس کی حیرت کی انتہا نہیں رہتی کہ اس دوران کئی صدیاں گزر چکی ہیں، اس کا راج پاٹ ختم ہو چکا ہے اور لوگوں کو اب اس کا نام تک یاد نہیں ہے۔ یہ آج کی سائنس فکشن کے لحاظ سے Time travel کی مثال ہے۔ [47]

حقیقی سائنس فکشن لکھنے کی پہلی کوشش امبیکا دت بیاس نے کی۔ *Aascharya Vrittant* نامی ان کی ایک سائنسی کہانی 1884-88ء کے دوران شائع ہونے والے ایک رسالے *Piyush Pravah* میں چھپی۔ یہ کہانی شاید جولس ورن کے *Voyages*

Extraordinaries سے متاثر ہو کر لکھی گئی تھی۔اس کہانی میں گوپی نامی ایک کردار تحت الثریٰ کی سیر کرتا ہے اور عجیب وغریب حالات کا شکار ہوتا ہے۔

اس کے پندرہ سال بعد بابو کیشو پرشاد سنگھ نے ''چندرلوک کی یاترا'' لکھی جو ''سرسوتی'' کے جون 1900ء کے شمارے میں شائع ہوئی۔اس رسالے کے مدیر خود بابو کیشو ناتھ سنگھ ہی تھے۔

ان دونوں کہانیوں نے بہت سارے لوگوں کو سائنس فکشن کی جانب توجہ دینے پر مجبور کیا۔حالانکہ بہت سارے ناقدین ان دونوں کہانیوں کو محض مغربی ادب کی نقالی ہی مانتے ہیں۔1930ء تک سائنس فکشن ایک الگ صنف کی حیثیت سے نہیں پہچانی جاتی تھی اور Main stream مصنفین ہی سائنس فکشن کہانیاں بھی تصنیف کر لیا کرتے تھے۔ ایسے ہی ایک مصنف سوامی ستیہ دیو پر یورجک تھے جن کی کہانی ''آشچر یہ جنک گھنٹی'' 1908ء میں ''سرسوتی'' میں شائع ہوئی۔راہول سنکرتیاین نے'' بائیسویں صدی'' کے عنوان سے ایک ناول 1924ء میں لکھا جس میں 22ویں صدی میں قائم ہونے والے ایک Utopia کا منظرنامہ پیش کیا ہے۔مصنف نے 2124ء کے معاشرے کے سیاسی اور سماجی حالات کا نقشہ کھینچا ہے۔

1930ء کے بعد ہندی میں سائنس فکشن ایک باقاعدہ صنف کی حیثیت سے ابھرا۔جمنا دت ویشنو 'اشوک' نے اس صنف کو مقبول بنانے میں بہت بڑا کردار نبھایا۔انہوں نے بہت معیاری سائنس فکشن تصنیف کیے۔انہیں کی کوششوں کی وجہ سے ہندی سائنس فکشن ایک الگ صنف کی حیثیت سے جانا جانے لگا۔ان کے کئی افسانوی مجموعے شائع ہوئے جیسے ''استھی پنجر'' (1947)، ''اپسرا کا سمّوہن'' (1967)، ''چکسو دان'' (1948)، ''ہیم سندری'' (1971) وغیرہ۔انہوں نے مستقل طور پر اس صنف سے وابستگی اختیار کی اور مسلسل لکھتے رہے۔ان کے علاوہ 1960ء تک دوسرے

لوگوں نے کبھی کبھار ہی اس صنف میں طبع آزمائی کی۔

1960 کے عشرے میں ڈاکٹر نول بہاری مشرا ایک اہم سائنس فکشن نگار کے طور پر ابھرے۔ان کے کئی ترجمہ شدہ اور طبع زاد افسانے ''وگیان لوک'' اور ''وگیان جگت'' رسالوں میں شائع ہوئے۔

1970 کے عشرے میں ہندی سائنس فکشن کی صنف نے بہت ترقی کی۔اس زمانے میں کیلاش ساہا، مایا پرساد ترپاٹھی، سکھ دیو پرساد، راجیشور گنگا وار اور دیوندر موادی جیسے مصنفین نے ہندی سائنس فکشن کے افق پر اپنی کرنیں بکھیریں۔دیوندر موادی کے دو افسانوی مجموعے ''بھوشیہ''(1994) اور ''کوکھ''(1998) نے ہندی قارئین میں بے انتہا مقبولیت پائی۔ان مصنفین کی کامیابی نے نئے لکھنے والوں کو روشنی دکھائی اور انہوں نے سائنس فکشن کو اپنایا۔

ذیشان حیدر زیدی

اس صنف کی مقبولیت اپنی جگہ لیکن حقیقت یہی تھی کہ Main stream کے ہندی ادیبوں اور ناقدوں نے اس صنف کو کبھی اہمیت نہیں دی۔اس صنف کو اس کی اصل حیثیت اور مقام دلوانے کے لئے 1995ء میں Indian Science Fiction Writers' Association (ISFWA) کا قیام عمل میں آیا۔ 2002ء سے یہ ادارہ ''وگیان کتھا'' کے نام سے ایک رسالہ بھی شائع کر رہا ہے۔[48]

1980 کے عشرے میں کئی نئے مصنفین کے نام سامنے آئے جن میں ڈاکٹر راجیو نجن اپادھیائے، ہریش گویل، کلپنا کلسریشٹھ، ذاکر علی، رجنیش، ذیشان حیدر زیدی، منیش موہن گورے، سوپنیل بھارتیہ، وشنو پرشاد چترویدی اور اجے کمار اہم ہیں۔

بنگلہ (Bengali)

مشہور سائنسداں اچاریہ جگدیش چندر بوس کو Father of Bengali

ڈاکٹر جگدیش چندر بوس

Science Fiction کہا جاتا ہے کیونکہ بنگلہ زبان میں سب سے پہلی جو سائنسی کہانی دستیاب ہوئی ہے وہ اچاریہ جگدیش چندر بوس کی 1879ء میں لکھی *Shukra Bhraman* ہے۔اس کہانی میں سیارہ زہرہ اور یورانس کے aliens کا تصور پیش کیا گیا ہے جس میں انہیں ارتقاؑ کے منازل سے گزرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔(اہم بات یہ ہے کہ یہ کہانی H.G.Wells کے War of the Worlds سے دس سال قبل شائع ہوئی تھی)۔ [49]

انہوں نے 1896ء میں *Niruddesher Kahini* لکھی جس میں محض ایک بوتل ہیئر آئل کی مدد سے سائکلون کو دفع کرنے کا حیرت انگیز تصور پیش کیا گیا تھا۔

سوکمار رے (ستیہ جیت رے کے والد) نے ایک سائنسی کہانی *Henshoram Hunshiyarer Diary* [1922] لکھی جس میں اس کا مرکزی کرادر پروفیسر ہوشیار قراقرم کی وادیوں میں عجیب وغیریب جانوروں کو دیکھتا ہے اوران کی تفصیلات بیان کرتا ہے۔اس کہانی کی بنیاد ڈارون کے نظریۂ ارتقاؑ پر تھی اوراس کا مرکزی خیال کانن ڈائل کی کہانی *Lost World* سے لیا گیا تھا۔

ہیمندر کمار رائے نے H. G. Wells کے ناول *The Invisible Man* کا بنگلہ ترجمہ *Adrishya Manus* کے نام سے کیا۔ان کے طبع زاد سائنس فکشن ناول

Kancher Coffin (The glass coffin) کی کہانی بڑھاپے (ageing) سے متعلق تحقیقی سائنس، Gerontology پر مبنی ہے۔ ان کے ناول *Meghduter Morte Agomon* میں مریخ پر جانے اور واپس آنے کی کہانی بیان کی گئی ہے۔

پرمیندر مترا

پرمیندر مترا نے *Ghana da* نامی کردار تخلیق کیا اور اسے بنیاد بنا کر مختلف موضوعات پر بہت سی سائنسی کہانیاں لکھیں۔ ان میں سے ایک کہانی *Mosha* (The Mosquito) میں Genetic Transformation کو موضوع بنایا گیا ہے۔ ان کی دوسری سائنسی کہانیاں *Akasher Aatanko*، *Duhswapner Dwip* اور *Shukre Jara Giye Chhilo* بھی بہت مقبول ہوئیں۔
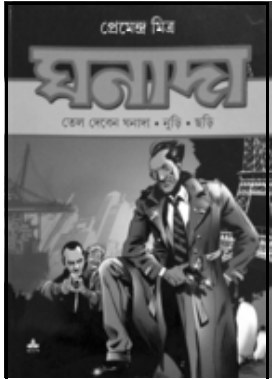
پرمیندر مترا کا کردار: گھنادا

کاشی تیندر نرائن بھٹاچاریہ Geochemistry سے متعلق موضوع پر مبنی کہانی *Aswatthamar Pa*، حیاتیات سے متعلق موضوع پر *Ghumanta Puri* اور ریڈیو ایکٹیو آلودگی کے موضوع پر مبنی *Danaver Dwip* لکھیں۔

دور جدید میں بنگلہ کے سب اہم سائنس فکشن نگار ستیہ جیت رے (مشہور فلم ڈائرکٹر) ہیں۔ انہوں نے پروفیسر شانکو نامی ایک عظیم کردار تخلیق کیا جس کے گرد انہوں نے لاتعداد کہانیوں کے تانے بانے بُنے۔ پروفیسر شانکو ایک عالمی شہرت یافتہ سائنسداں ہے جو اپنی خداداد ذہنیت کی مدد سے مشکل معاملات کو بھی سلجھا لیتا ہے۔ شانکو سیریز کی

ستیہ جیت رے اوران کا کردار پروفیسر شانکو

کہانیاں جدید سائنس کے ایک بڑے حصے کا احاطہ کرتی ہیں مثلاً بوٹانی، زولوجی، جینیٹکس، جیولوجی، انتھروپولوجی، پاراسائکولوجی، کاسمولوجی، اسٹروفزکس اورکمپیوٹرسائنس وغیرہ۔

شانکو سیریز کی ایک کہانی *Septopaser kshidey* (Hunger of Septopus) میں ایک گوشت خور پودے کی کہانی ہے۔ *Banku Babur Bondhu* (A friend of Banku Babu) میں Ang نامی ایک alien کا ذکر ہے جو اپنی اسپیس شپ میں آتا ہے اور بنکو بابو کا دوست بن جاتا ہے جو ایک اسکول ٹیچر ہیں۔خاص بات یہ ہے کہ یہ کہانی Steven Spielberg کی فلم .E.T سے کافی مماثلت رکھتی ہے حالانکہ بنگلہ زبان میں یہ کہانی E.T. بننے سے بہت پہلے شائع ہوچکی تھی۔

رے کی دوسری کہانیوں میں *Monro Dwiper Rahasya* (The Mystery of Monroe Island)، *Shankur Kongo Abhijan* (Shankur Adventure in Congo)، *Shanku O Adim Manush* (Shanku and the aboriginal man) وغیرہ بہت مشہور ہیں۔

سنیل گنگو پادھیائے دور حاضر کے بنگالی ادب کے جانے مانے ادیب وشاعر

ہیں۔انہوں نے بھی اس صنف میں کئی خوبصورت ناول اورافسانے لکھے ہیں۔ان کی کہانی ''لال جنگل'' اینٹی میٹر کے موضوع پر مبنی ہے۔*Rakshaser Pathor* میں ایک جزیرے کے ایسے پتھروں کا بیان ہے جن میں ہپنا ٹائز کر دینے کی صلاحیت موجود ہے۔ *Neel Manusher Sansar* کے کردار Aliens سے ملنے کے بعد نیلے رنگ کے ہوجاتے ہیں۔

شرسندومکھوپادھیائے نے بھی کئی اچھے سائنسی افسانے تصنیف کیئے۔ان کی کہانی *Bhuturey Ghori* کمپیوٹر سائنس اورایرونا ٹکس پر مبنی ہے۔ *Pagla Ganesh* میں 3589ء کی دنیا کی عکاسی کی گئی ہے۔*Boney* میں ایک انسانی جنین کے دماغ میں مائکروچِپ پلانٹ کر دیا جاتا ہے۔پیدا ہونے کے بعد Boney نامی وہ بچہ کئی منفرد صلاحیتوں کا حامل ہوتا ہے۔شرسندومکھوپادھیائے کی ہر کہانی میں یہ دکھایا گیا ہے کہ انسان کسی بھی مشکل کواپنی قدرتی صلاحیتوں کی مدد سے حل کرسکتا ہے۔
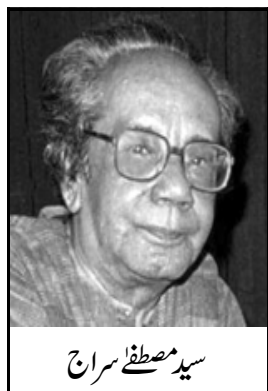
سید مصطفیٰ سراج

سید مصطفیٰ سراج بھی بنگال کے ایک نامور سائنس فکشن نگار ہیں۔انہوں نے بوٹانی، فزکس، جینیٹکس اور کمپیوٹر ٹکنالوجی جیسے موضوعات کو بنیاد بنا کر افسانے لکھے ہیں۔ان کی چند مشہور کہانیاں *Ramgarurer Chhana*، *Sabuj Sanket* اور *Palastak* وغیرہ ہیں۔

مغربی بنگال کے دوسرے اہم سائنس فکشن نگار بمل کار(*Shader Rahasya, Neel Vaman*)، ادریش بردھان (*Raja Rat Rahasya*)، سمر جیت کار (*Keet, Jwalanto Chokh*) شنکرشن رائے (*Ekti Sanketer Journey*، *Mrityu Gahvar*) انیش دیو (*Sabujer Kanna, Tira*

(Asambhaver سدھارت گھوش ، (Bhoy) کنژ رائے Graher Bhayankar) (Golpo اورنرنجن ساہا (Mahakashey Dr. Triphulvan) ہیں جن کی سائنسی کہانیاں مختلف رسائل کی زینت بنتی رہتی ہیں۔

بنگلہ دیش میں بھی سائنس فکشن کافی مقبول ہے۔ یہاں کے ابتدائی سائنس فکشن نگاروں میں قاضی عبدالحلیم کا نام سرفہرست ہے جن کی کہانی Mohasunner Kanna (Tears of the Cosmos) بہت مقبول ہوئی تھی۔

ہمایوں احمد نے بنگلہ دیش کا پہلا ماڈرن سائنس فکشن ناول 1973ء میں تصنیف کیا جس کا نام Tomader Jonno Valobasa تھا۔ اس کے بعد انہوں نے کئی اور سائنس فکشن ناول تصنیف کیئے مثلاً Tara Tinjon، Fiha Somikoron، Irina, Anonto Nakshatra Bithi وغیرہ۔

محمد ظفر اقبال

لیکن بنگلہ دیش کے سائنس فکشن کا سب سے اہم نام محمد ظفر اقبال ہے۔ اقبال جب ڈھاکہ یونیورسٹی کے طالب علم تھے انہیں دنوں ان کی ایک کہانی Copotronic Sukh Dukho شائع ہوئی جو کافی مقبول ہوئی۔ بعد میں یہ کہانی ظفر اقبال کے ایک افسانوی مجموعے میں شامل کر لی گئی جو اسی عنوان سے شائع ہوا۔اس کتاب کو بے انتہا مقبولیت ملی ۔پھر کیا تھا۔محمد ظفر اقبال نے ایک کے بعد ایک بہت سارے ناول اور سائنسی افسانے لکھ ڈالے۔ یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ محمد ظفر اقبال نے بنگلہ دیش میں سب سے زیادہ سائنس فکشن لکھا ہے اور اس صنف کو مقبولیت کی بلندیوں تک پہونچایا ہے۔ان کی کچھ مشہور کتابیں ہیں:

Probashe ،*Bank Dakat* ،*Crugo* ،*Mohakashe Mohatrash* *Ditio Projonmo* وغیرہ۔

ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کئی نوجوانوں نے سائنس فکشن کے میدان میں اپنے قدم بڑھائے۔ Moulik بنگلہ دیش کا مقبول سائنس فکشن رسالہ ہے جس نے نئے لکھنے والوں کو مواقع عطا کئے۔ان نئے لکھنے والوں میں ربیع الحسن اوی، انیک خان، اسرار مسعود، سجاد کبیر، رسل احمد، میزان الرحمٰن کلوّل، نپن عالم، علی امام، قاضی انور حسین، التمش پاشا، عبدالاحد، انیرودھا عالم، احسان الحبیب، کمال ارسلان، ڈاکٹر احمد مجیب الرحمٰن، معین الاحسن صابر، سپن کمار گائن، مصطفےٰ تنیم، بھوبدیش رائے، زبیدہ گلشن آرا حنا، امیر الاسلام، توحید الرحمٰن، زکریا سپن اور قاضی شاہ نور حسن اہمیت رکھتے ہیں۔[50]

مراٹھی (Marathi)

مراٹھی زبان میں سائنس فکشن کی شروعات ایس۔ بی۔ رانا ڈے نے اپنی کہانی *Tareche Hasya* سے کی جو 1911ء کے آس پاس شائع ہوئی تھی۔حالانکہ کچھ لوگوں کے خیال میں 1908ء میں شائع ہونے والا ناول ''سری نواس راؤ'' مراٹھی کا پہلا سائنس فکشن تھا، جس کے مصنف ناتھ مادھو تھے۔جو لوگ ایس۔ بی۔ رانا ڈے کی اولیت کے حق میں ہیں ان کا کہنا ہے کہ مادھو کے ناول میں سائنس فکشن کے لوازمات خاطر خواہ حد تک موجود نہیں تھے۔

اس کے بعد منظر عام پر آنے والا سائنس فکشن نگار وا۔ ما۔ جوشی تھے۔ان کی آخری دو کہانیاں دستیاب ہیں۔پہلی *Aprakash Kiranancha Divya Prakash* اور دوسری *Wamalochna* ۔ یہ دونوں کہانیاں 1914ء میں شائع

ہوئی تھیں۔

اس کے بعد ایک عرصے تک اس صنف میں کوئی پیش رفت نہیں ہوئی۔آزادی کے بعد، 1950ء کے عشرے میں بی۔آر۔ بھاگوت نے جولس ورن اور ایچ۔جی۔ ویلس کے ناولوں کے تراجم مراٹھی زبان میں کئے۔ یہ سیدھے سادے تراجم نہیں تھے بلکہ ان میں مراٹھی رنگ کی آمیزش کی گئی تھی جس سے ان میں ایک نئی تازگی آ گئی تھی۔ان میں *Chandravar Swari* (Journey to the moon)، *Adrushya Manoos* (The invisible Man)، *Zapatlela Pravasi* (Around the world in eighty days) ، *Sagar Saitan* (Twenty thousand leagues under the sea) اور *Mukkam Shende* بہت اہم ہیں۔

بھاگوت بچوں کو پنچ تنتر اور پریوں کی کہانیوں سے دور کر کے سائنس کی طرف متوجہ کرنا چاہتے تھے اس کے لئے انہوں نے بہت ساری سائنسی کہانیاں بچوں کے لئے لکھیں جو بچوں میں بے حد مقبول ہوئیں۔ان کی یہ کہانیوں کا مجموعہ *Udati Chhabakadi* کے نام سے منظر عام پر آیا۔لیکن بھاگوت کی یہ کامیابی خود سائنس فکشن کے لئے مہنگی پڑی۔اس صنف کو عام طور سے بچوں کا ادب سمجھا جانے لگا اس لئے لوگ اسے سنجیدگی سے لیتے ہی نہیں تھے۔ یہ چیز بھاگوت کے بعد آنے والے مصنفین جیسے نارائن دھرپ، ڈی۔پی۔ کھمبیتے اور ڈی۔بی۔ موکاشی کے لئے نقصاندہ ثابت ہوئی اور انہیں خاطر خواہ کامیابی نہیں ملی۔نتیجہ یہ ہوا کہ کھمبیتے اور موکاشی پھر سے Main stream ادب کی جانب لوٹ گئے، جہاں ان کی ایک پہچان پہلے سے موجود تھی۔ دھرپ اتنے دلبرداشتہ ہوئے کہ انہوں نے لکھنا ہی چھوڑ دیا۔

ڈی۔پی۔کھمبیتے کے مجموعہ *Maaze Naon Ramakant Walawalker*

کی ساری کہانیاں ایک مرکزی کردار راما کانت والا اولکر کے گرد گھومتی ہیں۔

راما کانت والا اولکر سیریز کا دوسرا مجموعہ *Chandravaracha Khoon* کے نام سے شائع ہوا۔ نارائن دھَرپ کے مشہور ناولوں میں *Gogramacha chitar*، *Gogramache Punaragaman*، *Nen Chim*، *Parambyanche Jag*، *Phycuschi Akher*، *Kalgumpha*، *Yugpurush Jidda* اور *Chakrawal* ہیں جب کہ *Sawadhan*، *Aa-ba-ka* اور *Aisi Ratne Melaween* سائنسی افسانوں کے مجموعے ہیں۔ ان میں سے ناول Chitar کو National Award سے نوازا گیا۔ ڈی۔ بی۔ موکاشی کے ناول *Vishewa Sanhar* اور *Chandra Mohini* ہیں۔ حالانکہ موکاشی افسانہ نگار کے طور پر مشہور ہیں لیکن ان کے سائنسی افسانوں کا الگ سے کوئی مجموعہ شائع نہیں ہوا ہے۔ یہ افسانے ان کے عام ادبی افسانوں کے ساتھ ہی شائع ہوئے ہیں۔

انتہائی کامیابیوں کے ساتھ شروعات کرنے والے سائنس فکشن نے اچانک زوال کا راستہ دیکھ لیا تھا۔ یہ صنف اگر مراٹھی زبان سے بالکل ختم نہیں ہوئی تو اس کی وجہ مشہور مدیر انت انتارکر تھے جنہوں نے اپنے ماہنامے 'نول' میں لگاتار سائنسی افسانے شائع کئے اور افسانہ نگاروں کو سائنس فکشن لکھنے کے لئے تحریک دی۔

یہ حالت 1975 تک قائم رہی لیکن اس کے بعد اچانک سائنس فکشن نے زبردست مقبولیت حاصل کی۔ اس کی تین وجوہات تھیں۔

(۱) مہاراشٹر کے اسکولوں کے نصاب میں سائنس کی تعلیم کو درجہ دہم تک لازمی قرار دیا گیا تھا۔

(۲) Marathi Vidnyan کی جانب سے ہر سال سائنس فکشن کے مقابلے کرائے جانے لگے جس سے نئے لکھنے والوں کو تحریک ملی۔

جینت نارلیکر

(۳) Jayant Narlikar جو ایک مشہور اسٹروفزکس سائنسداں ہیں، 1975ء میں خود سائنس فکشن لکھنے لگے۔ان کے اس صنف سے براہ راست جڑنے کا بہت بڑا اثر پڑا اور بہت سے لوگوں نے ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے سائنس فکشن کو اپنا لیا۔

بال پھونڈکے

جینت نارلیکار کی کہانی *Krishna vivar* کو Marathi Vidnyan Parishad کے مقابلے میں اول انعام سے نوازا گیا۔اس کے بعد سے اب تک نارلیکار کے دو افسانوی مجموعے *Antralatil* اور *Yakshachi Denagi* اور دوناول *Bhasmasoor* اور *Preshit na* *Waman parat ala* شائع ہو چکے ہیں۔ان کی بیشتر کہانیاں اور ناول دیگر ہندوستانی زبانوں اور انگریزی میں ترجمہ کیئے جا چکے ہیں۔

اور اس کے بعد مراٹھی سائنس فکشن نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔آج جینت نارلیکار کے علاوہ بال پھونڈکے، لکشمن لوندھے، نرنجن گھٹے، سبودھ جودیکار، ڈی۔بی۔جاگیردار، وشویشنکر سوادیکر، شوبھدا گوگٹے اور جی۔کے۔جوشی، بھالا با کیلکار، جی۔آر۔سردیسائی، اورن سادھو، یشونت رنجن کار، سریش متھورے، وغیرہ مسلسل سائنس فکشن لکھ رہے ہیں۔ان کے علاوہ مصنفین کی ایک بڑی تعداد اور بھی ہے جو اس اپنی تصنیفات سے اس صنف کی آبیاری کر رہے ہیں۔

بال پھوندکے (Bal Phondke) مراٹھی سائنس فکشن کی دنیا میں ایک بڑا نام ہیں۔ان کی کہانی *Sadashivacha totaya* کو Marathi Vidnyan Parishad کی جانب سے 1978ء کے اول انعام سے نوازا گیا۔انہوں نے اب تک بہت ساری سائنسی کہانیاں تصنیف کی ہیں جن کے چار مجموعے منظر عام پر آچکے ہیں: *Eureka*، *Amanush*، *Chiranjeeva* اور *Goodbye Earth*۔

لکشمن لوندھے کے دوافسانوی مجموعے شائع ہوچکے ہیں: ''*22 July 1995*'' اور *Doosara Einstein*۔ نرنجن گھاٹے کے مجموعوں کے نام *Space Jack*، *Zoo*، *Superman and Bhavisya vedh* اور ناولوں کے نام *Ramache*، *Aagaman*، *Kalayatra*، *Phoenix*، *Ankraman*، *Yugandhar* اور *Waras* ہیں۔سبودھ جوادیکر کی کئی کہانیاں بہت مشہور ہوئیں جیسے *Andhar*، *Yatra*، *Lalat Rekha* اور *Manasanchi Bhasha* وغیرہ۔بھوپال گیس سانحے پر مبنی ان کا ایک ناول *Akant* بھی شائع ہوکر کافی مقبول ہوچکا ہے۔ [51]

گجراتی (Gujrati)

گجراتی زبان میں سائنس فکشن تقریباً لاموجود ہے۔1950ء میں رسالہ ''کمار'' میں کالی داس جادو کی ایک سائنسی کہانی شائع ہوئی تھی۔اس کے بعد نگین مودی کی بھی چند کہانیاں شائع ہوئیں۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ گجراتی زبان میں آج تک اس صنف میں کوئی خاص کام نہیں ہوا ہے۔

1981ء میں سوکنیا زویری نے ستیہ جیت رے کے پروفیسر شانکو سیریز کی چند کہانیوں کا گجراتی میں ترجمہ کیا تھا۔1987ء میں بھرت پاٹھک نے جینت نارلیکار کی

کہانی *Troyno Ghodo* کا ترجمہ کیا۔

گزشتہ عشرے میں یشونت مہتہ، رام لال جوشی اور کرشنا پانڈے نے چند افسانے لکھے جب کہ دامودر بلار نے *Apurva Apeksha* نامی ایک ناول تصنیف کیا۔ [52]

اڑیا (Oriya)

اڑیا زبان میں سائنس فکشن کی شرعات گوکل نندا مہاپاترا نے *Purithbi bahare manisha* سے کی۔ 1954 میں شائع ہونے والی یہ کتاب اڑیا ادب میں بالکل نئی چیز تھی۔ اس کے بعد مہاپاترا نے ایک کے بعد ایک کئی سائنسی ناول لکھے جن میں *Krutrima Upagraha* ، *Sputnik* ، *Chandrara* ، *Udanta Thalia* ، *Madhyanhara Andhakara* *Mrutyu* اور *Sunara Odisha* بہت مقبول ہوئے۔

اڑیسہ کے دوسرے اہم مصنفین Nrusingha Charan Panda، Deeban Kanta Mishra اور Amulya Krushna Meesraw ہیں۔ کئی نوجوان بھی اس صنف میں تصنیفات کر رہے ہیں۔ [53]

تیلگو (Telugu)

تیلگو زبان میں سائنس فکشن کی شروعات اس صدی کے اوائل میں ہوئی۔ Tekumalla Rajagopala Rao نے *Vihanga Yanam* (Birds' Flight) نامی ایک ناول لکھا۔ یہ تیلگو زبان میں سائنس فکشن کی اولین تصنیف تھی۔ تیلگو میں دوسرا سائنس فکشن ناول Vishwanatha Satyanarayana نے

تصنیف کیا جس کا عنوان ''ہاہاہوہو'' تھا۔

رابھوری بھاردواجا نے ایک کہانی *Chandra Mandala Yatra* لکھی جس میں خلائی سفر کی پریشانیاں، دوریوں اور کشش ثقل کے مسائل وغیرہ کا ذکر کیا گیا تھا۔

پبلیشروں کی جانب سے حوصلہ افزائی نہ ہونے کی وجہ سے تیلگو میں سائنس فکشن کی اشاعت ایک مشکل امر ہے۔ ایک لمبے عرصے کے بعد Bollimunta Nageswara نے ایک ناول *Grahantara Jatrikulu* لکھا جس میں دوسرے سیارے کے لوگ اس دنیا میں آتے ہیں اور وہ دنیا والوں کے مسائل بھری زندگی اور کسمپرسی دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں۔

پھر ایک لمبے عرصے کے بعد Kommuri Venugopala Rao نے ایک ناول *Okeraktam Oke Manushulu* لکھا۔ Paruchuri Raja Ram نے *Mabbu Vidichina Vennela* اور *Japamala* نامی ناول اور Malladi Venkatakrishna Murthy نے *Nattalostannayi Jagratta* اور *Kotta Satruvu* نامی ناول تصنیف کیئے۔ [54]

کنڑ (Kannada)

آج سے تقریباً چالیس سال قبل مشہور شاعر گوپال کرشن ادیگا نے جولس ورن کے ناولوں کا کنڑ میں ترجمہ کیا تھا۔ اس کے بعد سے کسی نے اس صنف کی طرف دھیان نہیں دیا سوائے Rajashekhar Bhoosnurmath کے جنہیں Rabhoo کے نام سے مقبولیت ملی ہے۔ Rabhoo کو بے شک کنڑ کا سب سے اہم سائنس فکشن نگار کہا جا سکتا ہے۔ انہوں نے بہت سارے افسانے، ناولٹ اور ناول تصنیف کیئے ہیں۔

Rabhoo کے علاوہ کئی دوسرے مصنف بھی گاہے گاہے سائنس فکشن میں طبع آزمائی کرتے رہتے ہیں مثلاً H.S.Bhaimanatti ، Manu، Sanjay Havannar، M.S.K.Prabhu اور Sarita Jnanananda وغیرہ۔

سائنس فکشن پر مبنی فلمیں

سائنس فکشن ناولوں اورافسانوں کی مقبولیت نے فلمسازوں کواس طرف متوجہ کیا اورانھوں نے کاغذ کے اوراق پر چھپی ان کہانیوں کوسیلولائڈ پراتارنے کی کوششیں شروع کر دیں اورتب سے اب تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ ہر مقبول سائنس فکشن ناول اور کہانی کوفلم کے پردے پر پیش کیا جا چکا ہے۔فلموں کے شائقین میں یہ فلمیں بے حد مقبول ہیں اوراکثر Main stream فلموں سے زیادہ کامیابی حاصل کرتی ہیں۔لیکن ان کی فلمسازی بیحد مشکل اورمہنگی ثابت ہوتی ہے کیونکہ ان فلموں کے لئے کافی مہنگے سیٹ، کاسٹیوم، اسپیشل ایفکٹس اورکمپیوٹر گرافکس کی ضرورت پڑتی ہے۔

دنیا کی پہلی سائنس فکشن فلم

Le Voyage La Lune

George Melies کا خالق

سائنسی فلموں کی شروعات خاموش فلموں کے دور میں ہی ہوگئی تھی۔سب سے پہلی کوشش 1902ء میں بنی فرانسیسی خاموش فلم *Le Voyage La Lune* تھی جو جولس ورن کے ناولوں سے متاثر ہوکر بنائی گئی تھی۔ 14 منٹ کی اس مختصر فلم میں چندلوگ ایک راکٹ کی مدد سے چاند پر پہونچتے ہیں۔راکٹ کوایک بہت بڑی توپ کی مدد سے فائر کر کے خلا میں پہونچایا جاتا ہے۔چاند پر

پہونچ کرخلابازوں کی چاند کے باشندوں سے لڑائی ہو جاتی اور انہیں واپس بھاگنا پڑتا ہے۔مجموعی طور پر فلم انتہائی بچکانہ ہے لیکن اس فلم نے لوگوں کو سائنس فکشن کی طرف متوجہ کیا اور ایک نئی فلمی صنف کی شروعات کا موجب بنی۔اہم بات یہ ہے کہ یہ فلم صرف 14 منٹ کی تھی لیکن اپنے وقت کی یہ سب سے لمبی فلم تھی۔ اس فلم کو فلمانے میں تین مہینے لگے تھےاور (اس زمانے میں)10,000 فرانک کا خرچ آیا تھااور اس لحاظ سے یہ اپنے زمانے کی سب سے مہنگی فلم تھی۔[55][56][57]

1913 ء میں معروف سائنسداں ٹامس الوا ایڈیسن نے میری شیلی کے ناول *Frankenstein* پر مبنی 13 منٹ38 سیکنڈ کی ایک فلم بنائی جو بے حد مقبول ہوئی۔1916ء میں جولس ورن کے ناول *Twenty thousand leagues under the sea* پر مبنی ایک مختصر خاموش Full length فلم بنائی گئی۔تقریباً پونے دو گھنٹے کی، یہ دنیا کی پہلی فلم تھی جس میں Under water photography کی گئی تھی۔

فلم *Le Voyage La Lune* کا ایک منظر جس میں ایک آدمی راکٹ کو چاند سے نیچے اتارنے کی کوشش کررہا ہے جب کہ چاند کا ایک باشندہ راکٹ کو پیچھے سے پکڑے ہوئے ہے

فلم Metropolis کا روبوٹ　　　فلم Frankenstein کا عفریت

بعد میں ان ناولوں کو اور بھی کئی بار فلمایا گیا۔ [58][59]

1927ء میں بنی جرمن فلم Metropolis اس وقت تک کی سب سے مہنگی Full length خاموش سائنس فکشن فلم تھی جس کا مصنف اور ہدایت کار Fritz Lang تھا۔ اس فلم میں 2026ء کی دنیا کی Future history پیش کی گئی تھی کہ مستقبل میں کس طرح دولت اور سائنسی علوم پر دسترس رکھنے والا طبقہ زندگی کی ہر آسائش کا لطف اٹھاتے ہیں جب کہ مزدوروں اور محنت کشوں کا طبقہ زیر زمین رہائش گاہوں میں کسمپرسی کی حالت میں رہنے پر مجبور ہے۔ اس فلم میں بے حد قیمتی سیٹ لگائے گئے تھے اور Trick photography اور Visual effects بہت شاندار تھے۔ [60]

1930ء کی دہائی فلموں کے لئے بہت اہم تھی کیونکہ خاموش فلموں کو اب زبان مل گئی تھی۔ بولتی فلموں کی آمد نے سائنس فکشن کو ایک نئی جہت عطا کر دی۔ 1930ء میں امریکہ میں Just Imagine نامی فلم بنی جس میں 1980ء کے تصوراتی نیویارک شہر کی عکاسی کی گئی تھی۔ بدقسمتی سے یہ فلم بری طرح فلاپ ہو گئی۔

1936ء میں برطانیہ میں ایچ۔ جی۔ ویلس کے ناول پر مبنی فلم Things to come

بنائی گئی جس میں ایک سو سال بعد کی دنیا کی عکاسی کی گئی تھی۔ یہی نہیں اس فلم میں دوسری جنگ عظیم کی پیش گوئی بھی کی گئی تھی جو سچ ثابت ہوئی۔

1933ء میں ایچ جی ویلس کے ناول پر مبنی The Invisible Man اور میری شیلی کے ناول پر مبنی Frankenstein (دوسری بار) فلموں کی تخلیق کی گئی۔ 1940ء میں Dr. Cyclops ریلیز ہوئی جو پہلی رنگین سائنس فکشن فلم تھی۔ 40 کی دہائی دوسری جنگ عظیم سے بری طرح متاثر تھی اس لئے اس میں کوئی قابل ذکر فلم نہیں بنی سوائے چند جنگی پروپگنڈہ فلموں کے۔

1950 کی دہائی سے سائنس فکشن فلموں کا سنہرا دور شروع ہوا۔ اس دور میں سائنس فکشن بہت زیادہ لکھا جا رہا تھا۔ نتیجے میں ان پر مبنی فلمیں بھی خوب بنیں۔ لیکن ان میں چند فلمیں ہی قابل ذکر رہیں باقی زیادہ تر کم بجٹ کی B-Movies ہی تھیں۔ اس دور کی سائنس فکشن فلموں کے لئے دو موضوعات بہت اہم رہے۔ دوسری جنگ عظیم میں جاپان کے دو شہروں پر ایٹم بم گرائے گئے۔ اس سانحے نے سائنس کے غلط استعمال سے ہونے والی تباہی کی بھیانک تصویریں لوگوں کے ذہنوں پر نقش کر دی تھی۔ جنگ عظیم کے خاتمے کے بعد بڑی طاقتوں کے درمیان Cold war شروع ہو گئی تھی جو کچھ کم خطرناک نہیں تھی۔ سائنس کے غلط استعمال اور Cold war سے ہونے والی تباہ کاریاں اکثر فلموں کا موضوع رہیں۔ دوسری طرف خلائی سائنس میں پیش رفت ہونے کے باعث خلائی اسفار اور Aliens سے متعلق فلمیں بھی بنیں۔

1950 میں بنی *Destination Moon* اس دور کی ایک اہم فلم ہے جس میں چار آدمی ایٹمی طاقت سے چلنے والے راکٹ کی مدد سے چاند کی سرزمین پر قدم رکھتے ہیں۔ یہ فلم آج کی خلائی سائنس کی حقیقتوں کے مطابق تھی اس لئے اس میں اس سے قبل کی خلائی فلموں والا بچکانہ پن نہیں تھا۔

اسی دوران ایچ جی ویلس کے ناولوں *When the Worlds Collide*، *The Time Machine*، *Journey to the Center of the Earth* اور *The War of the Worlds* کو سیلولوائڈ پر اتارا گیا۔اس دور کی دیگر اہم فلمیں درج ذیل ہیں:

The Day the Earth Stood Still

The Thing from Another World

Invasion of the Body Snatchers

Earth vs. the Flying Saucers

This Island Earth

Forbidden Planet

The Angry Red Planet

First Man into Space

The Terror from Beyond Space

Them!, It Came from Beneath the Sea

Tarantula

The Blob

The Fly

The Incredible Shrinking Man

20,000 Leagues under the Sea

ان دنوں ایک نیا موضوع اڑن طشتریوں (UFOs) کی صورت میں ہاتھ لگا تھا۔اس موضوع پر قابل ذکر فلم *Earth vs the Flying Saucers* تھی۔

1960 ء کی دہائی میں *2001: A Space Odyssey* نامی ایک بہت بڑی فلم بنی۔ Arthur C. Clarke کے شاہکار سائنس فکشن ناول پر مبنی اس فلم کی ہدایت Stanley Kubrick نے دی تھی۔ یہ فلم نہ صرف بہت بڑے بجٹ کی تھی بلکہ اپنے Special effects اور خلائی سفر کو بالکل حقیقی انداز میں فلمانے کی تکنیک میں اس وقت تک بنی ساری سائنس فکشن فلموں کو پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ سائنس فکشن فلموں کے مشہور ہدایت کار Steven Spielberg نے اس فلم کو ''سائنس فکشن فلموں کا Big Bang'' قرار دیا۔ خود Stanley Kubrick نے اس فلم سے قبل بنائی اپنی ہی فلموں کو بکواس قرار دیا۔ اس فلم کے بعد بننے والی ساری فلموں نے اس فلم کو ایک معیار مان لیا اور بعد کی ساری فلموں میں یہ کوشش کی جانے لگی کہ اس سے بہتر Visual effects شامل کیئے جائیں۔

2001: A Space Odyssey اس دہائی کی واحد بڑی فلم نہیں تھی۔ 1968ء میں *Planet of the Apes* ریلیز ہوئی جس نے بے پناہ کامیابی حاصل کی۔ *Fahrenheit 451* اظہار رائے کی آزادی اور حکومت کی پابندیوں سے متعلق تھی۔ *Fantastic Voyage* میں چار شخص ایک Submarine کی مدد سے، جسے

فلم Planet of Apes کا ایک منظر

آلات کی مدد سے چھوٹا کر کے صرف ایک مائکرومیٹر (ایک ملی میٹر کا ہزارواں حصہ) کا بنا دیا گیا تھا، ایک انسان کے جسم میں داخل ہوتے ہیں اوراس کے دماغ میں پہونچ کراس میں جمے خون کے تھکّے (Clot) کوختم کر کے اس کی جان بچاتے ہیں۔ اپنے آپ میں اس کہانی کا آئیڈیا بالکل نیا تھا۔ انسانوں کا بے حد چھوٹا بن کر کسی انسان کی خون کی نلیوں کے اندر تیرنا اور دماغ کے اندر داخل ہوکراس میں جمے خون کو صاف کرنا اور پھر صحیح سلامت باہر آ کر پھر اپنی اصلی صورت میں لوٹ آنا بالکل اچھوتا خیال تھا۔

1970 ء کی دہائی میں میں بننے والی اہم فلمیں *Silent Running* ، *Westworld*، *Star Trek: The Motion Picture*، *THX 1138*، *Alien*، *A Clockwork Orange*، *Time After Time* اور The Black Hole وغیرہ ہیں۔

70 کی دہائی میں سائنس فکشن ٹیلیویزن سیریز نے بھی تہلکہ مچایا ان میں *Star Wars* اور *Close Encounters of the Third Kind* بہت اہم ہیں۔

1980 ء کی دہائی میں کئی بڑی سائنسی فلمیں ریلیز ہوئیں۔ دراصل Star Wars کی زبردست کامیابی کو دیکھ کر کئی بڑے فلمسازوں نے اپنا رخ سائنس فکشن کی جانب موڑ لیا تھا۔ *Star Trek* سیریز کی فلمیں اور ٹی وی سیریز اس کا ثبوت ہیں۔

1980 ء کی دہائی کی اہم فلموں میں *Aliens*، *Blade Runner*، *Outland*، *Saturn 3*، *Enemy-Me* ، *2010* ، *Scanners* اور *E.T. the Extra-Terrestrial* کے نام لئے جاسکتے ہیں۔ ان میں *E.T. the Extra-Terrestrial* سب سے زیادہ کامیاب رہی۔

اس دہائی میں Animation کو سائنس فکشن کے لئے استعمال کیا جانے لگا اور جاپان میں *Akira* اور امریکہ Light Years نامی Animation فلمیں بنیں۔

فلم *E.T. the Extra-Terrestrial* کاایک منظر

1990 ء کی دہائی میں انٹرنیٹ عام ہوا اور Cyberpunk سائنس فکشن کی شروعات ہوئی۔ *The Lawnmower Man* اور *Virtuosity* فلمیں انسان اور کمپیوٹر کے درمیان تعلقات پر مبنی تھیں۔ *Johnny Mnemonic* اور *Total Recall* میں ان کے اصل کرداروں کی یادداشتوں کو کمپیوٹر کے ذریعہ کنٹرول کئے جانے سے متعلق کہانی پیش کی گئی ہے۔ *Total Recall* اس وقت تک بنائی جانے والی دنیا کی سب سے مہنگی فلم تھی۔ *The Matrix* میں مشین کے ذریعہ کنٹرول کئے جانے والے مجازی انسان کی کہانی پیش کی گئی تھی۔ *Armageddon* اور *Deep Impact* میں آسمان سے آنے والے بہت بڑے پتھر کے زمین سے ٹکرانے سے ہونے والی تباہی دکھائی گئی تھی۔ *Independence Day* میں دوسری دنیا کی مخلوقات کا حملہ دکھایا گیا تھا اور *Jurassic Park* میں ساڑھے چھ کروڑ سال قبل فنا ہوجانے والے ڈائنوسار کودوبارہ

فلم Jurassic Park کا ایک منظر

پیدا کرنے اور اس سے ہونے والی تباہی کو فلمایا گیا تھا جب کہ *Guttaca* میں بچوں کی موروثی خصوصیات میں من چاہی تبدیلی کا تصور پیش کیا گیا تھا۔[55] [60]

2000 ء کی دہائی میں سینکڑوں سائنس فکشن فلمیں بنیں جن میں قبال ذکر فلمیں درج ذیل ہیں:

Red ،Mission to Mars ،Titan A.E ، Serenity ، Star Wars III A.I. Artificial ، Matrix Revolutions ،Matrix Reloaded ،Planet War of the Worlds اور Minority Report،Intelligence

2010 سے اب تک:

سائنس فکشن فلموں کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ 2010 کے بعد سے اب تک صرف ساڑھے چار برسوں میں اس دنیا میں تقریباً ڈیڑھ سو سے زائد سائنس فکشن فلمیں ریلیز ہو چکی ہیں اور سلسلہ جاری ہے۔ظاہر ہے یہاں ہر فلم کا ذکر کرنا ممکن نہیں ہے اس لئے صرف چند اہم نام درج کئے جا رہے ہیں: [61]

،Inception،Earthling ،Beyond the Black Rainbow ،Looper

Mars ، Wall-E ، Avatar ، Rise of the Planet of the Apes ، Moon ، District 9 ، Source code ، Conclusion ، The Scientist ، Skyline ، Space battleship Yamato ، Tin can ، Transfer ، Zenith اور Zero one ، Another Earth ، Apollo 18 ، Dimensions ، Contagion ، Limitless ، Europa Report ، Cloud Atlas ، Dredd ، Gravity ، The World's End ، Oblivion ، Interstellar ، Extraterrestrial ، The Signal اور Dark skies وغیرہ۔

فلم Avatar کا ایک منظر

اردو میں سائنس فکشن کی روایت

اردو ادب کا دامن بہت وسیع ہے۔ اس میں ادب عالیہ کے علاوہ رومانی، تاریخی، مہماتی، جاسوسی، ڈراؤنی اور فنطاسی کہانیاں اور ناول لکھے جاتے رہے ہیں۔ اردو کے رسالے اور ڈائجسٹیں ان مختلف اقسام کی کہانیوں سے بھری رہتی ہیں۔ لیکن ایک صنفِ ادب ایسی ہے جو مغرب میں ہی نہیں بلکہ ہندوستان کی دیگر کئی دوسری زبانوں میں بھی کافی مقبول و مرغوب ہوتے ہوئے، اردو میں تقریباً ناپید ہے..
.اور یہ صنف ہے....سائنس فکشن!

یہ سچ ہے کہ حقیقی سائنس فکشن (True Science Fiction) کا وجود اردو ادب میں تقریباً عنقا ہے۔

اردو سائنس فکشن سے متعلق اپنی اس تحقیق کی ابتدا میں نے لغتوں سے کی۔ میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ ان میں لفظ 'سائنس فکشن' کے اردو میں کیا معنی لکھے ہیں۔ مجھے یہ دیکھ کر سخت مایوسی ہوئی کہ بابائے اردو مولوی عبدالحق صاحب نے اپنی مشہور ڈکشنری *The Standard English-Urdu Dictionary* میں لفظ 'سائنس' کے معنی تو لکھے ہیں لیکن 'سائنس فکشن' کو شامل نہیں کیا ہے [62] ۔

کلیم الدین احمد نے اپنی 6 جلدوں پر محیط Jami English Urdu Dictionary میں لفظ 'سائنس فکشن' کے معنی صرف 'سائنسی قصے' لکھنے پر اکتفا کی ہے [63]۔

اس کتاب کے باب اوّل میں آپ Cambridge ،Oxford اور American Heritage ڈکشنریوں میں لفظ سائنس فکشن کے لئے درج مفصل اور واضح تعریفیں پڑھ چکے ہیں اور ان کے مقابلے میں اردو کی ڈکشنریوں کی حالت بھی آپ کے سامنے ہے۔ یہ ہلکا سا اشارہ ہی یہ سمجھنے کے لئے کافی ہے کہ اردو والے سائنس اور سائنس فکشن کے معاملے میں کس قدر غیر سنجیدہ ہیں۔ سب سے زیادہ حیرت تو مجھے یہ دیکھ کر ہوئی کہ اردو کی مشہور ترین لغت، مولوی سیّد احمد دہلوی کی 'فرہنگ آصفیہ' میں تو سرے سے لفظ 'سائنس' کو ہی شامل نہیں کیا گیا ہے [64]۔

حسن عابدی

اردو والوں کی سائنسی پسماندگی کا کیا اس سے بھی بڑا کوئی ثبوت چاہئے؟

حسن عابدی کراچی سے شائع ہونے والے انگریزی روزنامہ Dawn کے 28 /جولائی 2004ء کے شمارے میں اپنے مضمون Science fiction: a new genre for Urdu readers میں لکھتے ہیں

''سائنس فکشن اردو میں بہت کمیاب ہے۔'' [65]

جمیل الدین عالی

اسی مضمون میں مشہور شاعر، نقاد اور صحافی جمیل الدین عالی کا قول بھی درج ہے ''سائنس فکشن اردو والوں کے لئے بالکل نئی چیز ہے''۔ [65]

Jim Walker

مشہور کنیڈین مصنف اور محقق Jim Walker نے اردو سائنس فکشن سے متعلق اپنے مقالے "*Urdu Science Fiction - Where Is It?* " میں جو انہوں نے اگست 2005ء میں منعقد ہونے والے 63 ویں ورلڈ سائنس فکشن کنوینشن ، گلاسگو، اسکاٹ لینڈ میں پڑھا تھا، لکھتے ہیں:

”اردو ادب میں ایڈونچر، رومانس، فنٹاسی، خوفناک اور جاسوسی کہانیاں شامل ہیں لیکن ایک صنف جو مغربی ادب میں خاصی مقبول ہے، (اردو میں) بالکل غائب ہے۔“ [66]

اردو سائنس فکشن کی کمیابی کے اسباب:

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اردو میں سائنس فکشن کے عنقا ہونے کی آخر وجہ کیا ہے؟

Goerge Sarton نے اپنی کتاب *Introduction to the History of Science* میں بڑی صاف گوئی سے لکھا ہے کہ ”آٹھویں صدی سے گیارہوں صدی عیسوی کے دوران ساری دنیا کے علوم میں جو اضافے ہوئے وہ عربوں اور مسلمانوں کی وجہ سے ہوئے۔“ [67]

یہ حقیقت بھی ہے۔ پانچویں سے پندرہویں صدی کے دوران یورپ ”تاریک دور“ سے گزر رہا تھا۔ یہ عظیم رومی سلطنت کے زوال اور یورپ کے نشاۃ ثانیہ کا درمیانی وقفہ تھا جو Middle Ages کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس دور میں پورا یورپ جہالت کے گھپ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ سائنس و تکنالوجی کی ہلکی سی کرن بھی

Goerge Sarton

موجود نہیں تھی۔ دوسری طرف یہی وہ دور تھا جب مسلمان اپنے سائنسی عروج کی انتہا پر تھے۔ جابر بن الحیان، ابونصر فارابی، ابن سینا، الفرغانی، الکندی، البتانی، الدمیری، الزہراوی، الادریسی، ابن الہشیم، محمد بن خوارزمی، ابوالوفا زوجانی اور البیرونی جیسے عالم وسائنسداں اسلامی افق پر جھلملا رہے تھے۔

لیکن اس کے بعد نقشہ بدل گیا۔ سولہویں صدی عیسوی سے مسلمان سائنس میں پیچھے ہوتے چلے گئے جب کہ مغرب آگے بڑھتا چلا گیا۔ بقول جارج سارٹن: ''یورپ نے بارہویں اور تیرہویں صدی میں مسلمانوں کے علم سے فیضیاب ہونا شروع کیا اور علم کے دور میں وہ سولہویں صدی میں داخل ہوا، سولہویں صدی وہ دور ہے جب مسلمانوں کے علمی چراغ ٹمٹمانے لگے تھے اور زوال شروع ہونے لگا تھا''۔ [67] [68]

ایسا کیوں ہوا؟

یہ ایک الگ بحث ہے جو میرے اس مقالے کا موضوع نہیں ہے۔

لیکن حالات کی وضاحت کے لئے میں چند جملوں میں بیان کرتا چلوں۔

مسلمانوں کی سائنسی پسماندگی کے کئی اسباب تھے، جن میں سے کچھ معاشرتی تھے، کچھ سیاسی تو کچھ معاشی۔ ابن خلدون ''المقدمہ'' میں رقم طراز ہیں ''صرف خوشحال قومیں ہی سائنس میں ترقی کرتی ہیں۔'' [68] لیکن سولہویں صدی کے بعد عظیم اسلامی سلطنت کا انحطاط شروع ہو گیا تھا۔ سیاسی طور پر مسلمان ہر جگہ پریشان حال تھے۔ قدرتی آفات اور دیگر معاشی پریشانیوں نے بھی انہیں برباد کیا۔

968ء میں مصر میں قحط پڑا اور تقریباً 600,000 لوگ مارے

ابن خلدون اور اس کی کتاب ''المقدمہ'' کا سرورق

گئے۔ 72-1066ء کے دوران سات سال لمبا قحط پڑا جس نے مصر کے لاکھوں لوگوں کو مار ڈالا۔ 02-1201ء میں پھر زبردست قحط اور پھر پلیگ کا حملہ ہوا۔ گاؤں کے گاؤں ختم ہو گئے۔ 49- 1347ء میں پورے یورپ اور اسلامی سلطنتوں پر پلیگ کا حملہ ہوا۔ یورپ میں اسے Black Death کا نام دیا گیا۔ شام، عراق اور مصر کی دو تہائی آبادی اس میں مر گئی۔ 1363-1515ء کے دوران پلیگ کے 15 حملے ہوئے جنہوں نے اسلامی سلطنت کو بری طرح تباہ کر دیا۔ زراعت و تجارت بری طرح تباہ ہو گئیں۔ حکومتوں کے خزانے خالی ہو گئے۔ فوجی طاقت بری طرح تباہ ہو گئی۔

1095ء سے 1272ء کے درمیان نو صلیبی جنگیں ہوئیں جن میں کئی لاکھ لوگ مارے گئے۔ کئی شہر مکمل طور پر کھنڈر بن گئے۔ ان جنگوں نے مسلمانوں کو معاشی طور پر تباہ کر دیا۔ ان کی تعلیمی اور معاشرتی زندگی غارت ہو کر رہ گئی۔ [68]

ابھی مسلمان صلیبی جنگوں میں ہی الجھے ہوئے تھے کہ ان پر ایک اور افتاد منگولوں کے حملوں کی صورت میں پڑی۔ تیرہویں صدی کے وسط میں چنگیز خان نے اسلامی سلطنت

کا رخ کیا۔ 1258ء میں بغداد منگولوں کے ہاتھوں تاراج ہوا۔ لاکھوں انسانوں کو تہہ تیغ کر دیا گیا۔

اس پورے دور میں مختلف اسلامی سلطنتیں آپس میں بھی ٹکراتی رہیں جس میں جان و مال کا بری طرح زیاں ہوا۔ ان حالات نے مسلمانوں کی عالمی تجارت کو سخت نقصان پہونچایا۔ مسلمان معاشی طور پر کنگال ہو کر رہ گئے۔ دھیرے دھیرے اسلامی سلطنتوں کا زوال ہوتا چلا گیا۔ سولہویں صدی کے بعد زوال نے خوفناک رفتار حاصل کر لی۔ عثمانی سلطنت کے زوال نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی اور مسلمانوں کی شان و شوکت کا خاتمہ ہو گیا۔

ان حالات میں مسلمان علماء کی سائنسی بیزاری نے بھی جلتی پر تیل کا کام کیا۔ علماء جو خود سائنس کی ابجد سے بھی واقف نہیں تھے اسے غلط سمجھ بیٹھے اور سائنس پڑھنا پڑھانا غیر اسلامی فعل قرار دیا۔ ان کی نظر میں سائنس انسان کو مذہب بیزار کر دیتی ہے۔ ساری دنیا میں علماء کی اس سائنس بیزاری نے مسلمانوں کو سائنس سے دور کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اوپر سے رہی سہی کسر مسلمانوں کے نظام تعلیم (مدرسہ سسٹم) نے پوری کر دی جس کے نصاب میں سائنس کے لئے کوئی جگہ نہیں تھی۔ ان کے یہاں آج بھی زمین ''چپٹی'' ہے، 'کوہ قاف'' میں پریاں رہتی ہیں، دنیا میں ''سات سمندر'' پائے جاتے ہیں اور ملک ''چین سب زیادہ دور'' ہے۔

ظاہر ہے ان حالات میں مسلمان سائنس بھلا کیا پڑھتے۔ ایک بار سائنسی علوم سے دور ہوئے تو ہوتے چلے گئے۔ سائنسی علوم سے دوری مسلمانوں کو مہنگی پڑی۔ اس کا اثر ان کی فوجی قوت پر بھی پڑا اور وہ مزید زوال پذیر ہوتے چلے گئے۔

یہ حالت بالکل کسی Chain reaction کے جیسی ہے۔ ایک بار کوئی قوم سائنس و ٹکنالوجی سے دور ہوتی ہے تو اس کی معیشت کمزور ہوتی ہے نتیجے میں وہ (بقول ابن خلدون) سائنس سے مزید دور ہو جاتی ہے اور اس کے نتیجے میں اس کی معیشت اور بھی کمزور

ہو جاتی ہے، نتیجے میں وہ سائنس سے اور بھی دور........سلسلہ یونہی چلتا رہتا ہے اور قوم زوال کے دلدل میں دھنستی چلی جاتی ہے۔

کسی بھی زوال پذیر معاشرے میں جب تعمیری کام بند ہو جاتے ہیں تو لوگ وقت گزاری کے لئے عیش و عشرت کی جانب مڑ جاتے ہیں۔مسلمانوں کے ساتھ بھی یہی ہوا۔گزشتہ صدیوں میں ہم نے دیکھا کہ مسلمانوں کی تمام تر دلچسپیاں شعر و شاعری ،داستان گوئی، ناچ رنگ، شراب نوشی، پتنگ بازی، کبوتر بازی اور مرغ بازی وغیرہ سے بڑھتی چلی گئی اور سائنس سے ان کی دوری بڑھتی چلی گئی۔ان کے ادب کا ایک بڑا حصہ سوائے عشق و محبت کے انتہائی فحش قصوں کے اور کچھ بھی نہیں۔

دوسری طرف مغرب چونکہ معاشی، سیاسی اور معاشرتی طور پر ترقی کر رہا تھا۔وہاں خوش حالی کا دور دورہ تھا۔اس لئے ابن خلدون کے کلیے کے مطابق وہاں سائنسی رجحان بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا اور آٹھویں سے گیارہویں صدیوں کے درمیان، مسلمانوں کی خوشحالی کے دور میں، جو حالت مسلمانوں کی تھی آج وہی حالت مغربی ممالک کی ہے۔

کسی معاشرے میں جب سائنسی رجحان پیدا ہوتا ہے تو وہاں کے ادب پر بھی اس کے نقوش واضح ہو جاتے ہیں۔گیارہویں اور تیرہویں صدی میں عربوں کے ادب پر بھی سائنس کے اثرات واضح ہونا شروع ہوئے تھے۔الفارابی اور ابن نفیس کی تخلیقات اس کی گواہ ہیں۔یہی سب کچھ مغرب میں ہوا اور وہاں کے ادب میں بھی سائنسی رجحان در آیا ۔سائنس فکشن کی بنیاد پڑی۔اور آج مغربی ادب میں سائنس فکشن ادب عالیہ کے شانہ بہ شانہ چل رہی ہے۔وہاں سائنس فکشن کو اہمیت دی جاتی ہے۔سائنس فکشن کے مصنفین کو عزت و احترام سے نوازا جاتا ہے۔

لیکن مسلمانوں کے یہاں چونکہ سائنسی رجحان کا قحط ہے اس لئے یہاں نہ اس صنف کے لکھنے والے پیدا ہوئے اور نہ ہی قاری۔

Urdu Science Fiction - اپنے مقالے Jim Walker *Where Is It?* میں رقم طراز ہیں:

''دلچسپ بات تو یہ ہے کہ اردو کے مصنفین اور قارئین کو سائنس فکشن میں دلچسپی کیوں نہیں ہے۔اس کے پیچھے کئی ثقافتی اور مذہبی وجوہات ہو سکتی ہیں۔پاکستان میں اردو کی مقبول ترین صنف شاعری ہے اور بڑے شعراء مقبولیت میں روس کے مایاکووسکی یا وائیسوٹسکی سے کم نہیں۔ایک بڑے مشاعرے میں ہزاروں کا مجمع ہوتا ہے جو کسی طرح کسی راک کنسرٹ سے کم نہیں ہوتا ہے۔ظاہر ہے اس کے بعد ادب کی دوسری اصناف کے پنپنے کے لئے بہت کم جگہ بچ پاتی ہے۔آج کے زمانے میں پاکستان میں پروفیشنل رائٹر کے طور پر زندگی گزارنا بہت مشکل ہے بمقابلہ غزل کے شاعر کے۔ایسے میں کوئی بھی ادب کے اصل دھارے کو چھوڑ کر سائنس فکشن کو اپنانا نہیں چاہے گا جس کے شائقین تو ابھی مغرب میں بھی اقلیت میں ہیں۔دوسرے یہاں سائنس میں بھی لوگوں کی دلچسپی بے حد کم ہے۔ پاکستان کے اسکولوں میں سائنس کی تعلیم اتنی جلد شروع نہیں کی جاتی جیسا مغرب میں ہوتا ہے۔'' [66]

سائنس فکشن کی تخلیق عام ادبی تخلیق سے تھوڑی مختلف ہے۔عام ادبی تخلیق کے لئے مصنف میں تخلیقیت کا مادہ ہونا ہی کافی ہے۔اگر کسی کی زبان اچھی ہے اور ذہن میں تخلیقی صلاحیت موجود ہے تو وہ اپنی استعداد کے مطابق اچھا مصنف یا شاعر بن سکتا ہے۔لیکن سائنس فکشن لکھنے کے لئے ان خوبیوں کے علاوہ مصنف میں سائنسی قابلیت بھی ہونی چاہیئے، اسے سائنس کا اچھا خاصا علم ہونا چاہیئے،اس کے اندر اتنی صلاحیت ہونی چاہیئے کہ وہ مستقبل کو visualize کر سکے۔سائنس فکشن نگار کا ذہن کسی سائنسداں کی

طرح ہی کام کرتا ہے۔وہ نت نئ ایجادات کا خاکہ اپنے ذہن میں تیار کرتا ہے پھر وہ ان ایجادات کے انسانی زندگی اور معاشرے پر پڑنے والے اثرات کا بھی جائزہ لیتا ہے۔

اس سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ سائنس فکشن نگار بننا کتنا مشکل کام ہے ۔ادیب تو کوئی بھی وہ شخص بن سکتا ہے جس کے اندر تخلیقیت موجود ہو لیکن سائنس فکش نگار بننا ایک مشکل امر ہے۔اس کے لئے سائنسی بصیرت لازمی شے ہے۔ ہر سائنس فکشن نگار ادیب ہوتا ہے لیکن ہر ادیب سائنس فکشن نگار نہیں ہوسکتا۔

جس قوم میں سائنسی بصیرت کی ہی کمی ہو،سائنس فکشن کی تخلیق ان کے لئے ایک مشکل امر ہے۔یہی وجہ ہے پوری اسلامی دنیا میں اس صنف کا قحط ہے۔عرب دنیا میں تو تھوڑی بہت مثالیں مل بھی جاتی ہیں لیکن فارسی میں یہ تقریباً ناپید ہے۔اب رہی اردو تو آیئے دیکھتے ہیں اردو میں یہ صنف کس حد تک مقبول ہے۔

اردو سائنس فکشن کی ابتدا اور موجودہ صورت حال

ہندی کے نوجوان سائنس فکشن نگار ذیشان حیدر زیدی جیسے لوگ اردو سائنس فکشن کی موجودہ صورت حال سے مایوس نہیں ہیں ۔ان کا کہنا ہے کہ اردو سائنس فکشن کا مستقبل روشن ہے۔ ذیشان حیدر زیدی 27/دسمبر 2011ء کو نیشنل ڈگری کالج لکھنو میں سائنس فکشن کے موضوع پر منعقد ہونے والے ورکشاپ میں پڑھے جانے والے اپنے مقالے ''اردو سائنس فکشن: ایک مطالعہ'' میں رقم طراز ہیں:

> ''اظہار اثر نے ایک ہزار ناول لکھ کر ایک ریکارڈ بنایا جن میں 100 سے اوپر سائنس فکش شامل ہیں ۔جب کہ اس گنتی سے وہ ناول الگ ہیں جو انہوں نے ہندی میں پروفیسر دواکر اور ڈاکٹر رمن کے فرضی نام سے لکھے۔اس سے ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ اردو لٹریچر سائنس فکشن کے معاملے میں دوسری

بھاشاؤں کے مقابلے میں کمتر نہیں ٹھہرتا‘‘ [69]

اردو کی سائنس فکشن کی جڑیں گزشتہ صدی میں پیوست ہیں۔آج سے تقریباً ایک صدی قبل،اردو کے دو مصنفین محمد حسین جاہ اور احمد حسین قمر نے سات جلدوں پر محیط ’’طلسم ہوش ربا‘‘ کے عنوان سے ایک طویل داستان لکھی۔ جو دراصل عربی داستان ’’داستان امیر حمزہ‘‘ کی بنیاد پر لکھی گئی تھی۔اس داستان میں سائنس فکشن کے کئی عناصر پائے جاتے ہیں اور اس وجہ سے اسے اردو کا پہلا Proto-Science Fiction کہا جا سکتا ہے۔

اس کہانی کا ایک کردار عمرو عیار بڑا ہی چالاک تھا اور بڑے بڑے بادشاہوں اور جادوگروں سے مقابلہ کرتا تھا۔عمرو خود کوئی جادوگر نہیں تھا لیکن اس کے پاس کچھ کارآمد چیزیں تھیں جن کی مدد سے وہ ہمیشہ کامیاب رہتا تھا۔

کاندھے پر زنبیل لئے عمرو عیار

عمرو کے پاس ایک ایسی چادر تھی جسے لپیٹ کر وہ لوگوں کی نگاہوں سے غائب ہو جاتا تھا۔یہ تصور بعد میں ارتقاٗ پاکر Invisible man کے تصور کی بنیاد بنا۔ عمرو کے پاس ایک زنبیل بھی تھی۔ یہ ایک ایسا تھیلا ہے جس میں وہ سوئی سے لے کر ہاتھی تک رکھ سکتا ہے۔خوبی یہ تھی کہ وہ بے وزن تھا اور وہ اسے بڑی آسانی سے اپنے ساتھ رکھا کرتا تھا۔جدید سائنس فکشن میں اس طرح کے تھیلے کو چہار جہتی (Four dimensional) تھیلے صورت میں دکھایا جا سکتا ہے۔اگر آپ نے ٹی وی پر بچوں کا کارٹون سیریل

Doraemon دیکھا ہے تو آپ کو پتہ ہوگا کہ Doraemon کے پاس ایک چہار جہتی جیب ہوتی ہے جس میں وہ اپنے لاتعداد Gadgets رکھے رہتا ہے اور جب جس کی ضرورت ہوتی ہے ہاتھ ڈال کر باہر نکال لیتا ہے۔

ابتدأ:

منشی ندیم صہبائی فیروز پوری

اردو میں سائنس فکشن کی ابتدا کا سہرا منشی ندیم صہبائی (فیروز پوری) کے سر ہے۔انہوں نے 1930 کے عشرے میں ایک جاسوسی ناول ''نقلی رئیس'' لکھا تھا جس میں سائنس فکشن کے عناصر موجود تھے۔اس ناول میں ایک سرجن دو عورتوں کے دماغ ایک دوسرے سے تبدیل کر دیتا ہے۔ان میں سے ایک عورت پاگل تھی اور دوسری صحتمند۔آپریشن کے بعد پاگل عورت، صحیح الدماغ ہوجاتی ہے جب کہ دوسری عورت پاگل ہوجاتی ہے۔

منشی ندیم صہبائی نے یہ ناول اس زمانے میں لکھا تھا جب انسانی اعضا کی منتقلی ایک خواب تھی۔آج بھی جب کہ انسانی گردے، جگر اور دل کی منتقلی ممکن ہوگئی ہے، دماغ کی منتقلی ایک خواب ہی ہے۔ندیم صہبائی نے ''سائنس فکشن کے اصول' 'کیا ہوگا اگر....؟'' پر عمل کرتے ہوئے سوچا کہ کیا ہوگا اگر کسی انسان کا دماغ آپریشن کر کے تبدیل کر دیا جائے؟......اور جواب کو انہوں ایک کہانی کے تانے بانے میں الجھا کر ناول بنا دیا۔

حالانکہ منشی ندیم صہبائی کا یہ ناول ایک جاسوسی ناول تھا اور چونکہ یہ سائنسی اور طبی اصولوں کی بنیاد پر نہیں لکھا گیا تھا اس لئے اسے ہم پورے طور پر سائنس فکشن نہیں کہہ سکتے پھر بھی یہ ناول اپنے اندر کچھ نہ کچھ ایسے عناصر تو رکھتا ہی ہے کہ اسے سائنس فکشن کی کتابوں کے ساتھ رکھا جا سکے۔

منشی ندیم صہبائی کا یہ ناول ہاتھوں ہاتھ لیا گیا لیکن اس کے باوجود اس قسم کی

دوسری کوشش 1950ء سے پہلے کسی نے بھی نہیں کی۔ وجہ وہی تھی۔ اردو والے سائنس سے دور تھے اور ان کے نزدیک حسن و عشق کے مضامین ہی ادب کی جان تھے۔ اس زمانے میں (1930 کی دہائی میں) اردو والے [مسلمان] سائنس سے کوسوں دور تھے۔ شعر و شاعری اور داستانوں کا شوق حد سے زیادہ تھا۔ ظاہر ہے کوئی سائنس بیزار ادیب سائنس فکشن بھلا کیا لکھ پائے گا۔ یہی حال اردو ادیبوں کا تھا۔

دوسری طرف ساری دنیا میں سائنس فکشن کا غلغلہ تھا۔ سائنس فکشن ناول مغرب میں بے انتہا مقبول ہو رہے تھے۔ سستے ناولوں (Dime Novels) کی کاپیاں لاکھوں کی تعداد میں ہاتھوں ہاتھ بک رہی تھیں۔ اسی چیز نے غالباً 1950ء کے بعد کے چند اردو ادیبوں کو سائنس فکشن کی طرف توجہ دینے پر مجبور کیا۔ لیکن یہاں بھی مجبوری یہ تھی کہ اردو کے ادیب ابھی خالص سائنس فکشن لکھنے کی حالت میں نہیں تھے اور نہ ہی اردو قارئین خالص سائنس فکشن سمجھ پاتے۔ اس اردو کے زیادہ تر ادیبوں نے جاسوسی ناول میں سائنس فکشن کے عناصر کی آمیزش کر کے قارئین کے سامنے پیش کیا اور انہیں زبردست کامیابی ملی۔ ان ادیبوں میں خان محبوب طرزی، ابن صفی، جمیل انجم، اکرم الٰہ آبادی اور مسعود جاوید، ایچ اقبال اور عارف مارہروی وغیرہ کے نام لئے جا سکتے ہیں۔

خان محبوب طرزی

منشی ندیم صہبائی اپنی جگہ لیکن حقیقت میں اردو کے پہلے True سائنس فکشن نگار خان محبوب طرزی تھے۔ ذیشان حیدر زیدی اپنے مقالے میں رقم طراز ہیں:

> ”اردو کا پہلا سائنس فکشن رائٹر خان محبوب طرزی تھے۔ انہوں نے پہلا سائنس فکشن آزادی سے قبل لکھا تھا۔ حالانکہ یہ بتانا مشکل ہے کہ ان کا پہلا سائنس فکشن ناول کون سا تھا کیونکہ اس کے بارے میں اب کوئی ریکارڈ

موجود نہیں ہے۔آزادی کے پہلے کے دور میں لکھے ان کے کچھ ناول تھے:
''قیامت صغریٰ''، ''سفر زہرہ''، ''شہزادی شب نور'' اور ''فولادی تتلی''
وغیرہ۔یہ سبھی ناول لکھنو کے مشہور پبلیشر 'نسیم بک ڈپو' نے شائع کئے تھے۔ان
کے ناولوں میں ٹائم مشین اور روشنی کی تیز رفتاری سے گزر کر مہا بھارت کی
لڑائی جیسے گزشتہ واقعات کو دیکھنا شامل ہے۔'' [69]

خان محبوب طرزی کے دیگر سائنسی ناولوں میں ''حادثہ''، ''مصنوعی چاند'' اور
''عالم امکاں'' وغیرہ بھی ہیں۔

اظہار اثر

اظہار اثر نے تقریباً 1000 ناول لکھے جن میں سے تقریباً 100 سائنس فکشن
ناول تھے۔ [69] انسائکلو پیڈیا آف انڈین لٹریچر کے مطابق اظہار اثر کے سائنسی ناولوں
کی تعداد 50 کے قریب ہے۔ [70]

بہرحال تعداد کا اختلاف اپنی جگہ لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ
اظہار اثر اردو کے پہلے ناول نگار ہیں جنہوں نے تواتر کے ساتھ سائنس فکشن لکھے۔ان کا
پہلا سائنس فکشن ناول ''آدھی زندگی'' 1955ء میں شائع
ہوا۔اس ناول میں ایسے ذی عقل مشینی انسانوں کا ذکر ہے
جنہیں ہم آج کی اصطلاح میں Android یا
Humanoid روبوٹ کہیں گے (جو آج حقیقت بن چکے
ہیں)۔ناول میں ایک عورت اپنے مالک کا ایک غیر اخلاقی حکم ماننے
سے انکار کر دیتی ہے اس وقت اس کا مالک اسے بتاتا ہے کہ وہ محض
ایک روبوٹ ہے جسے اس کا ہر حکم ماننے کے لئے بنایا گیا ہے۔

اظہار اثر
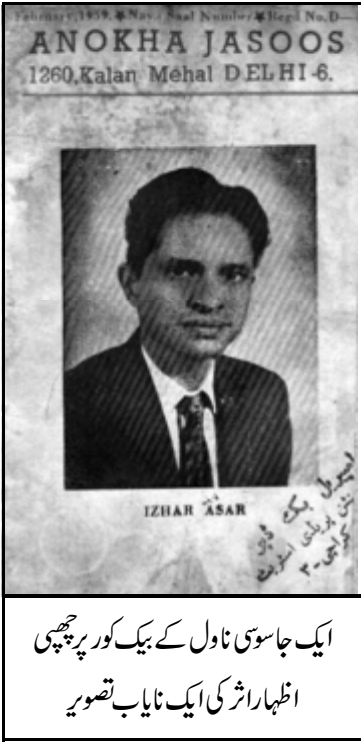
ایک جاسوسی ناول کے بیک کور پر چھپی
اظہار اثر کی ایک نایاب تصویر

ان کے دوسرے ناول ''شعلوں کے انسان'' میں خلائی سفر کی کہانی پیش کی گئی ہے۔ ایک اور ناول ''بیس سال بعد'' میں دوسرے سیارے کے لوگوں کے ذریعہ بنائے جانے والے ایک Super Brain (آج کے زمانے کی اصطلاح میں Super computer) کا ذکر ہے جو دنیا میں مٹتی ہوئی ایک نسل کے بارے میں تحقیقات کرتا ہے۔ ''مشینوں کی بغاوت'' نامی ناول میں ایسی ذہین مشینوں کا تصور پیش کیا گیا ہے جنھوں نے زمین پر رہنے والے انسانوں کے ذہن پر اپنا کنٹرول کر لیا ہے۔ کسی بھی انسان کے ذہن میں اگر ان کے خلاف کوئی خیال پیدا ہوتا ہے تو انہیں پتہ چل جاتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود چند انسان اپنی عقل کی بدولت ان مشینوں کو شکست دے دیتے ہیں۔ یہاں انسان کی مشینوں پر افضلیت کو ثابت کیا گیا ہے۔

ناول ''زیرو زیرو زیرو'' میں دماغ کو ایٹمی تابکاری کی مدد سے اتنا طاقتور بنانے کا تصور موجود ہے کہ صرف سوچ کر ہی کسی کی جان لی جاسکتی ہے۔ ''ایٹمی کٹھپتلیاں ا'' ایسے انسانوں کی کہانی ہے جو کبھی نارمل تھے لیکن ایٹمی تابکاری نے انہیں اچھوت بنا کر رکھ دیا ہے۔ یہ ایک انسانی کردار کے انسانی ڈپلیکیٹ (Humanoid robot) کی کہانی بھی ہے جو سائنسدانوں کی تمام کوششوں کے باوجود اپنی اصلیت جان جاتا ہے (کہ وہ انسان نہیں ایک روبوٹ ہے) اور ایک سیارے کو بچانے کے لئے خود کو قربان کر دیتا ہے۔ [69]

اظہار اثر کے ناولوں میں سائنسی معلومات اتنی سہل زبان میں پیش کیا گیا ہے کہ کوئی بھی عام قاری انہیں با آسانی سمجھ سکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ناول عوام میں بے حد مقبول تھے۔

ابن صفی

اردو سائنس فکشن کی دنیا کا دوسرا عظیم نام ابن صفی کا ہے۔ان کا اصل نام اسرار احمد تھا۔وہ 26 / جولائی 1928ء کو الہٰ آباد کے نارا نامی علاقے میں پیدا ہوئے۔ان کے والد کا نام صفی اللہ اور ماں کا نام نذیرن بی بی تھا۔1948ء میں انہوں نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے بی۔اے پاس کیا۔ ملک کے بٹوارے کے بعد کے حالات نے انہیں اگست 1952ء میں پاکستان ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا۔1954ء میں جب کہ ان کی عمر صرف 26 سال تھی، پورے برصغیر میں ان کے جاسوسی ناولوں کی دھوم تھی۔لوگ ان کے ناولوں کے انتظار میں رہا کرتے تھے اور ناولوں کی عدم دستیابی کی صورت میں وہ انہیں بلیک سے خریدا کرتے تھے۔ان کی جاسوسی بصیرت کا ہر کوئی معترف تھا۔یہی وجہ تھی کہ پاکستان کے جاسوسی ادارے ISI نے 1970ء میں انہیں اپنا مشیر بنا لیا تھا اور مشکل کیسوں میں ان سے مشورہ لیا جاتا تھا۔اردو کا یہ مایہ ناز ادیب 28 برسوں تک اپنے قلم کا جادو جگاتا رہا۔ ابن صفی کا کوئی بھی ہم عصر ان کے جیسی بلندی اور سرفرازی حاصل نہ
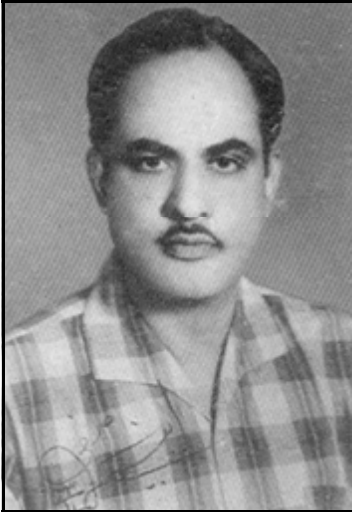
ابن صفی

کر سکا۔ان کے کردار ’کرنل فریدی‘، ’کیپٹن حمید‘، ’قاسم‘ اور ’عمران‘ وغیرہ اس قدر مقبول ہوئے کہ لوگ انہیں زندہ شخصیات سمجھنے لگے۔افسوس کہ اس عظیم شخصیت کو حیات کے دن بہت کم ملے تھے۔26/جولائی 1980ء کو،عین اپنے 52ویں سالگرہ کے دن ابن صفی کا انتقال ہوگیا۔انہیں لبلبہ کا کینسر تھا۔

ابن صفی نے 245 جاسوسی ناول لکھے جن میں 125 جاسوسی دنیا(فریدی حمید سیریز) کے ناول اور 120 عمران سیریز کے ناول تھے۔ان ناولوں میں سے 70 ناولوں کو سائنس فکشن کے ضمرے رکھا جاسکتا ہے۔ابن صفی کے ناول Pure سائنس فکشن نہیں ہوتے تھے بلکہ ان میں جاسوسی پلاٹ کے ساتھ سائنس فکشن کو اس طرح بن دیا جاتا تھا کہ پڑھنے والا سوچتا رہ جاتا تھا کہ انہیں جاسوسی ناول کہے یا سائنس فکشن۔دراصل یہ ’’جاسوسی سائنس فکشن‘‘ تھے جنہیں آج کے زمانے کی اصطلاح میں ہم Spy-Fi کہہ سکتے ہیں۔دراصل اردو میں ’’جاسوسی سائنس فکشن‘‘ کی بنیاد ابن صفی نے ہی رکھی۔بعد میں اکرم الہٰ آبادی،ایچ اقبال اور اظہر کلیم ان کے نقش قدم پر چلے۔

ابن صفی کی کہانیاں بھوت پریتوں اور توہمات کا مذاق اڑاتی ہوئی ہر شے کی سائنسی توضیح پیش کرتی نظر آتی ہیں۔ان کہانیوں میں بے شمار انوکھے سائنسی تصورات دیکھنے کو ملتے ہیں۔

1953ء میں شائع ہونے والا ابن صفی کا ناول ’’موت کی آندھی‘‘ اس نوعیت

ابن صفی کے چند ناولوں کے سرورق

کا پہلا ناول تھا جس میں ایک ایسا فولادی انسان (آج کی اصطلاح میں روبوٹ) موجود ہے جو مشین سے کنٹرول ہوتا ہے اور انسانوں کی بُو پا کر انہیں چیر کر دو ٹکرے کر دیتا ہے۔اس فولادی انسان کی تخلیق دراصل کچھ سر پھرے سائنسدانوں نے کی تھی جو پوری دنیا پر قابض ہونا چاہتے تھے۔

ان کے شعلہ سیریز کے ناولوں (جن میں چار ناول شامل ہیں: پہلا شعلہ، دوسرا شعلہ، تیسرا شعلہ اور جہنم کا شعلہ) میں ایسی مہلک کرنوں کا ذکر ہے جن سے صرف چمڑے کا لبادہ پہن کر ہی بچا جا سکتا ہے۔ناول ''طوفان کا اغوا'' میں ایک فولادی آدمی کا تصور پیش کیا گیا ہے جسے ابن صفی نے ''فولادی'' کا نام دیا ہے یعنی فولاد کا بنا ہوا آدمی۔فولادی دراصل ایک فولاد کا بنا روبوٹ ہے جسے چند بدمعاش دور بیٹھے کنٹرول کرتے ہیں۔

''خطرناک لاشیں'' میں ایک یہودی سائنسداں حرکت قلب کے بند ہو جانے کی وجہ سے مرنے والے انسانوں کی مکمل برین واشنگ کر کے انہیں پھر سے زندہ کر دیتا ہے۔وہ اپنا ماضی بھول جاتے ہیں اور ایک بالکل نئی شخصیت کے طور پر ''دوسرا جنم'' لیتے ہیں۔وہ پاگل سائنسداں اس طرح دنیا کے تمام برے انسانوں کو اچھے اور نیک انسانوں میں تبدیل کرنا چاہتا ہے۔

ان کے ناولوں میں عالمی مجرموں کی ایک تنظیم نے ''زیرولینڈ'' کے نام سے ایک نیا ملک بسا رکھا ہے۔وہ لوگ دنیا بھر سے چیدہ چیدہ سائنسدانوں کو اغوا کے زیرولینڈ لے جاتے ہیں اور ان سے نت نئی ایجادات کروا کر ان کا استعمال کر کے اپنی طاقت بڑھاتے ہیں۔

ناول ''زمین کے بادل'' میں زیرولینڈ کا منظر دکھایا گیا ہے جس کے اوپر مصنوعی بادل چھائے رہتے ہیں جن کی وجہ سے وہاں پرواز کرنے والے طیارے اس علاقے کو نہیں دیکھ پاتے ہیں۔وہ لوگ اڑن طشتریوں کا استعمال کرتے ہیں جنہیں دوسرے ملکوں کے راڈار اسکرینوں پر نہیں دیکھا جا سکتا اور دنیا والے انہیں دوسری دنیا کے لوگوں

(Aliens) کے جہاز سمجھتے ہیں۔احکامات کی ترسیل کے لئے زیرو لینڈ والے ایک طرح کا اسپونج نما ٹرانسمیٹر استعمال کرتے ہیں۔ یہ دیکھنے میں بے کار سے اسپونج ہیں لیکن انہیں ایک خاص طرح کے محلول میں ڈبوتے ہی یہ ٹرانسمیٹر میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور آوازوں کی ترسیل کرنے لگتے ہیں۔۔ یہاں کے لوگوں کے پاس گرز نما آلے ہیں جو گولیوں کے رخ تبدیل کر دیتے ہیں۔وہاں ایسے پرندے پائے جاتے ہیں جن کی آنکھوں میں کیمرہ فٹ ہوتا ہے اور جو جاسوسی کا کام انجام دیتے ہیں۔زیرو لینڈ کی سربراہ 'تھریسیا بمبل بی آف بوہیمیا' نامی ایک بے حد خطرناک لیکن حسین عورت ہے جس کے پاس چنگاریاں اگلنے والی پستول، لیزر گن اور ایسی ہی دیگر لاتعداد gadgets موجود ہوتے ہیں۔لیزر گن کا تصور ابن صفی نے اس زمانے میں پیش کیا تھا جب لیزر شعاعیں ابھی اپنے ابتدائی تحقیقی مراحل میں تھیں لیکن ابن صفی نے ان شعاعوں کی تباہکاریوں کا بالکل صحیح تصور پیش کر دیا تھا۔

ابن صفی کے دیگر مشہور سائنسی ناول ''پیاسا سمندر'' ، ''نیلے پرندے''، ''پرچھائیوں کے حملے''، ''پاگل کتے''، ''ریشوں کی یلغار''، ''جنگل کی شہریت''، ''تین سنکی''، ''دلچسپ حادثہ''، 'بے آواز سیارہ'' ، ''روشن ہیولیٰ''، ''آتشی بادل''، ''تاریک سائے''، ''سہ رنگی موت'' اور ''متحرک دھاریاں'' وغیرہ ہیں۔

ابن صفی اپنے ناولوں میں نفسیات کا استعمال بھی بخوبی کیا کرتے تھے۔ان کے ایک ناول ''جہنم کا شعلہ'' کی کہانی دوہری شخصیت (Split personality) کے موضوع پر مبنی ہے جس میں ایک معصوم سی لڑکی اپنی دوسری شخصیت میں مجرموں کے خطرناک ٹولے کی سربراہ ہے۔ایک مجرم جب ٹارچر کے باجود زبان نہیں کھولتا ہے تو اسے لٹا کر باندھ دیا جاتا ہے اور اس کی پیشانی پر پانی کی بوندیں دھیرے دھیرے ٹپکائیجاتی ہیں۔تھوڑی ہی دیر میں وہ مجرم چیخنے لگتا ہے اور زبان کھول دیتا ہے۔ یہ نفسیاتی حربہ ہے جو ابن صفی استعمال کرتے ہیں۔

کرشن چندر

کرشن چندر

اردو ادب کے مایہ ناز ادیب کرشن چندر نے بھی اس صنف میں تجربہ کیا۔ انہوں نے ایک انگریزی ناول سے استفادہ کرتے ہوئے ناول ''مشینوں کا شہر'' تصنیف کیا۔ [70]

اشفاق احمد

اشفاق احمد

پاکستان کے سب سے بڑے شہری اعزاز ستارۂ پاکستان سے نوازے جانے والے، شہرۂ آفاق افسانہ ''گڈریا'' کے مصنف، اشفاق احمد نے سائنسی افسانے بھی لکھے۔ ان کے Pure سائنسی افسانوں کا مجموعہ ''طلسم ہوش افزا'' کے نام سے شائع ہوا۔ اس مجموعے میں 12 کہانیاں شامل ہیں : قصاص، ملک مروت، ملک سونی، چھے چھکے بتیس، سعید جونیئر، آخری حملہ، کہکشاں ٹیکسی اسٹینڈ، پوری جانکاری، قلارے، بدنی ضرورت، بولتا بندر، کوٹ وِدپا پاور ہاؤس۔

اکرم الہ آبادی

اردو جاسوسی ادب میں اکرم الہ آبادی کا نام ہمیشہ احترام سے لیا جائے گا۔ ان کا پورا نام سیّد محمد اکرم تھا۔ ان کی پیدائش 1922ء میں الہ آباد کے ایک زمیندار گھرانے میں ہوئی۔ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے انہیں بھوپال بھیج دیا گیا۔ جہاں سے واپس آ کر وہ کانپور میں مستقل طور پر مقیم ہو گئے۔ اکرم الہ آبادی نے بے شمار جاسوسی ناول لکھے۔

اکرم الہ آبادی

جن میں چند سائنسی تھیم پر بھی مبنی تھے۔ان کا ایک ناول ''اسپٹنک'' مجھے یاد آرہا ہے جس میں مصنوعی سیارے پر مبنی کہانی پیش کی گئی تھی۔

مظہر کلیم
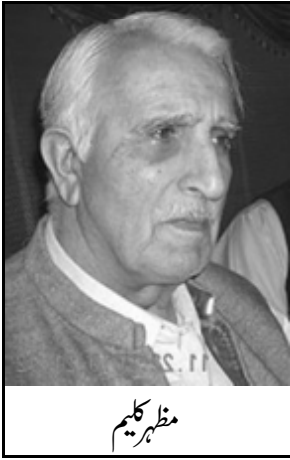
مظہر کلیم

ابن صفی کے کرداروں فریدی، حمید اور عمران کو لے کر مظہر کلیم نے بھی سینکڑوں ناول ناول لکھے ہیں۔ پیشے سے ایک نہایت ہی کامیاب وکیل، مظہر کلیم کی پیدائش 22 جولائی 1942ء کو ملتان میں ہوئی۔ پاکستان میں ان کی مقبولیت کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اپنے 'عمران سیریز' ناولوں کے ذریعہ انہوں نے ابن صفی کے کردار 'عمران' کو آج بھی زندہ جاوید رکھا ہے لیکن اپنے خاص انداز میں۔مظہر کلیم یوں تو Spy ناول لکھا کرتے ہیں لیکن ان میں سے کئی سائنس فکشن پر مبنی ہیں۔ان کے ناول ''کایا پلٹ'' میں انوکھے جراثیمی ہتھیاروں کا تصور پیش کیا گیا ہے۔ایک سائنس داں نے ایسے جراثیم ایجاد کئے ہیں جو انسان کو بزدل بنا دیتے ہیں اور ان کے استعمال سے فوج کے بڑے بڑے جیالے بھیگی بلی بن جاتے ہیں۔ایک اور ناول ''وہائٹ شیڈو'' میں سائنس داں ایک ایسی سولر مائکرو چپ بناتے ہیں جن میں جمع کی ہوئی شمسی توانائی مہینوں کام دیتی ہے۔ناول ''ای۔سیٹی [E-City]'' میں دنیا کا سپر پاور ملک اکریمیا (مظہر کلیم کا امریکہ کے لئے استعمال کیا جانے والا نام) نے اپنی ایک ریاست میں ایک ایسا شہر قائم کر رکھا ہے جو مکمل طور پر کمپیوٹر کنٹرولڈ ہے اور جہاں اجازت نامہ کے بغیر مکھی بھی داخل نہیں ہوسکتی۔ یہ شہر ہر طرح سے ناقابل تسخیر ہے۔۔ پاکیشیا (مظہر کلیم کا پاکستان کے لئے استعمال کیا جانے

والا نام) کے ایک سائنسداں کو اغوا کر کے ای سیٹی کی لیباریٹری میں پہونچا دیا جاتا ہے۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس کا چیف عمران اور اس کے ساتھی کسی نہ کسی اس محفوظ شہر میں داخل ہو ہی جاتے ہیں اور سائنسداں کو صاف نکال لے آتے ہیں۔ یہ ناول پورے طور پر ایک Spy-fi ناول ہے جس میں سائنس کا استعمال بخوبی کیا گیا ہے۔

مظہر کلیم کے ایک ناول ''زیرو بلاسٹر'' میں تمام اسلامی حکومتیں مل کر ترکیہ (مظہر کلیم کا ترکی کے لئے استعمال کیا جانے والا نام) کے ایک شہر میں ایک لیباریٹری بناتی ہیں جہاں ایک ایسی مشین ایجاد کی جاتی ہے جو نہ صرف حملہ آور میزائل کو بروقت تباہ کر دے بلکہ یہ بھی پتہ لگائے کہ وہ میزائل کہاں سے فائر کیا گیا تھا۔ ناول ''زندہ سائے'' میں مجرم ہولوگراف (Holograph) کی مدد سے چلتے پھرتے، بالکل انسانوں جیسے دکھائی دینے والے سائے تیار کرتے ہیں۔ یہ ناول 1970 کے عشرے میں تصنیف کیا گیا تھا جب ہوگراف ابھی تجرباتی مراحل میں تھا اور عام لوگوں نے اس کا نام بھی نہیں سنا تھا۔

ایک اور ناول ''کیپٹل ایجنسی'' میں پاکیشیائی سائنسدانوں نے ایک ایسا لیزر ہتھیار ایجاد کیا ہے جو کسی بھی دوسرے ہتھیار کو ناکار بنانے اور کسی بھی شخص پر ایک مدت کے لئے بے ہوشی طاری کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ناول ''مائنڈ بلاسٹر'' میں پاکیشیائی سائنسداں ایک ایسی مشین بناتے ہیں جو میلوں دور سے دشمن کے دماغوں کو تباہ کر دیتی ہے۔

ایک طرف جہاں مظہر کلیم نے عمران سیریز کے یادگار جاسوسی ناول تخلیق کئے

مظہر کلیم کے بعض ناولوں کے سرورق

مظہر کلیم کے ناول
چلوسک ملوسک کا سرورق

وہیں انہوں نے بچوں کے لئے بھی کئی ناول تصنیف کیئے۔ان میں چلوسک ملوسک سیریز کے ناولوں کا شمار سائنس فنٹاسی کے ضمرے میں کیا جا سکتا ہے۔ چلوسک ملوسک دو بھائی ہیں ۔ان کا باپ ایک نامور سائنسداں ہے جس نے ایک خلائی جہاز بنایا ہے۔ایک دن دونوں بھائی وہ جہاز لے کر خلا کے سفر پر نکل کھڑے ہوتے ہیں۔سیریز کی مختلف کہانیوں میں وہ مختلف سیاروں پر پہونچتے ہیں اور وہاں کی مخلوقات اور مشکلات سے نبرد آزما ہوتے ہیں۔

ایم۔اے۔راحت

ایم۔اے۔راحت

اردو کے پاپولر لٹریچر میں ایم۔اے۔راحت ایک بڑا نام ہیں۔ہند و پاک کی شاید ہی کوئی اردو ڈائجسٹ ایسی ملے جس میں ایم۔اے۔راحت کی کوئی نہ کوئی کہانی موجود نہ ہو۔ان کا ایک بے حد طویل سلسلہ وار ناول ''صدیوں کا بیٹا'' میں ایک ہمیشہ زندہ رہنے والے کردار کو دکھایا گیا ہے۔اس کردار کے ذریعہ زمین کی ابتدا سے لے کر ہر صدی میں ہونے والی سائنسی ترقیوں کی داستان بیان کی گئی ہے۔ [69]

سراج انور

سراج انور

سراج انور نے بچوں کے لئے خوفناک جزیرہ''، ''کالی دنیا''، ''نیلی دنیا'' اور ''غائب مشین'' نامی سائنس فنٹاسی

سراج انور کے مشہور ترین ناول 'نیلی دنیا' کا سرورق

ناول لکھے جنہیں دہلی کی شمع پبلیکیشنز نے شائع کیا تھا۔ یہ ناول اپنے زمانے میں بچوں سے زیادہ بڑوں میں مقبول ہوئے تھے۔ ماہنامہ کھلونا نے انہیں قسط وار شائع بھی کیا تھا۔ [73]

محمد عادل منہاج

محمد عادل منہاج نے بچوں کے لئے ایک مختصر سا سائنس فکشن ''وقت کا مسافر'' تصنیف کیا ہے جس کا کردار شہزاد برمودا ٹرینگل کے اوپر سے پرواز کرتا ہوا اچانک وقت میں کروڑوں سال پیچھے ماضی میں، ڈائنوسارس کے زمانے میں پہونچ جاتا ہے۔ [74] محمد عادل منہاج کے دو اور ناول ''زندہ زمین'' [75] اور ''آٹھواں عجوبہ'' [76] مجھے انٹرنیٹ پر دستیاب ہوئے۔ ان ناولوں کے پرنٹ ایڈیشن سے متعلق کچھ معلوم نہیں ہوسکا۔

محمد عادل منہاج کا ناول
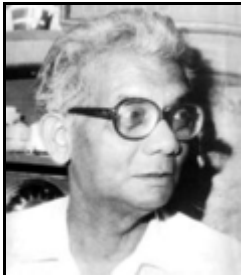
رفیع احمد فدائی

پاکستان کے مشہور صحافی اور مصنف رفیع احمد فدائی کے سائنسی افسانوں کا مجموعہ ''آدم نئی دنیا میں'' جولائی 2004ء میں منظر عام پر آیا۔ اس مجموعے میں ٹائٹل افسانے کے علاوہ چار دیگر سائنسی افسانے شامل ہیں۔ [65]

رفیع احمد فدائی

عبدالرؤف نظامی

عبدالرؤف نظامی

عبدالرؤف نظامی یونیورسٹی آف پنجاب ، لاہور میں ارضیات (Geology) کے لکچرر ہیں۔انہوں نے ایک طرف جہاں علم ارضیات میں بہت سارے تحقیقی مضامین لکھے ہیں وہیں انہوں نے اردو میں چند سائنس فکشن بھی لکھے ہیں۔

۱۔ 'اے اسٹرینج ٹیسٹ' ماہنامہ 'پھول' لاہور میں ۱۹۹۱ء میں شائع ہوا تھا۔

۲۔ 'زندہ ضمیر' ، ایک سائنس فکشن افسانہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور کے سالانہ مجلّہ 'مہواز' میں ۲۰۰۳ء میں شائع ہوا تھا۔ [72]

ظفر پیامی

ظفر پیامی نے بچوں کے لئے ایک سائنسی ناول ''ستاروں کے قیدی'' لکھا تھا جو بچوں کے ماہنامہ ''کھلونا'' میں قسط وار شائع ہوا۔ [73]

اشتیاق احمد

اشتیاق احمد

اشتیاق احمد دور حاضر کے ایک معروف جاسوسی ناول نگار ہیں۔انہوں نے 2011 ء تک تقریباً 773 ناول لکھے ہیں۔ان کے انسپکٹر کامران مرزا سیریز اور انسپکٹر جمشید سیریز کے ناول پاکستانی عوام میں بےانتہا مقبول ہیں۔ ان ناولوں میں سے

'سونے کا جہاز' کا سرورق

کئی ناول جاسوسی سائنس فکشن کے ضمرے میں شامل کئے جا سکتے ہیں مثال کے طور پر انسانی دھواں، سمندر کا دروازہ، سونے کا جہاز، روشنی کا اغوا اور اڑن طشتری کا تجربہ وغیرہ۔ انہوں نے بچوں کے لئے بھی ایک سائنس فکشن "مشینی مخلوق" 1986 ء میں تصنیف کیا۔ [66]

ارشد نیاز

ارشد نیاز

شہر کلکتہ میں سائنس فکشن کی شمع روشن کرنے والے اولین افسانہ نگار، ارشد نیاز نے کئی سائنسی افسانے لکھے ہیں جن میں سے درج ذیل دس افسانے میری نظروں سے گزرے ہیں: 'آتشی مخلوق'، 'منزل کی تلاش'، 'مائکرومین'، 'سبز سیارہ'، 'مردے کی اولاد'، 'ای وائرس'، 'برفیلا آدمی'، 'نظر آتی نہیں منزل'، 'آخری سفر' اور 'برین وار'۔ ان افسانوں میں Nano Atomic Plant، مصنوعی Ice field، سورج کے اندر آتشی مخلوقات کی بستیاں، خلائی بستی کی بازیافت، جینیٹک انجنئرنگ اور اینٹی وائرس وغیرہ سے متعلق چونکا دینے والے تصورات پیش کئے گئے ہیں۔

جاوید نہال حشمی

جاوید نہال حشمی

جاوید نہال حشمی کلکتے کے ذہین اور باشعور افسانہ نگار ہیں۔ سائنس کے طالب علم رہے ہیں لیکن ادب سے دلچسپی

وراثت میں ملی ہے۔ موصوف افسانے تو اِک زمانے سے لکھ رہے ہیں لیکن سائنسی افسانے لکھنے کا خیال انہیں اب آیا ہے۔ پچھلے دنوں ایک ادبی محفل میں ان کا ایک سائنسی افسانہ سننے کا موقع ملا جس کا عنوان تھا "Besieged" ۔ اس افسانے میں ایک ایسے کیمرے کا تصور پیش کیا گیا ہے جو انسانی ذہن میں اُبھرنے والے خیالات اور تصوّرات کی تحریکوں کو ڈیجیٹل لہروں میں تبدیل کر کے متحرک تصویروں کی شکل میں اسکرین پر دِکھانے کی صلاحیت رکھتا تھا۔

آغا اشرف:

آغا اشرف نے بھی مشین کی بغاوت کے موضوع پر مبنی ایک سائنس فکشن ''باغی کمپیوٹر'' کے نام سے 1988ء میں تصنیف کیا۔ [66]

اظہر الحق:

اظہر الحق نے بھی سائنسی افسانے لکھے ہیں ۔ان میں سے ایک افسانہ ''کالی روشنی'' آن لائن ماہنامہ ''کائنات'' کے شمارہ 42 میں شائع ہو چکا ہے۔ [78]

ان سب کے علاوہ **اے۔حمید** اور **عبدلعزیز فلک پیما** نے بھی چند سائنسی افسانے تصنیف کیئے [5]۔

سائنس فکشن سے متعلق رسائل

اردو زبان میں صرف ایک ایسے ماہنامے کا پتہ چلا ہے جو سائنس فکشن کے لئے مخصوص ہے۔ یہ ماہنامہ ہے کراچی ، پاکستان سے شائع ہونے والا ڈائجسٹ ''سائنس

فکشن'' [66] ۔میری اب تک کی تحقیق کے مطابق یہ دنیا کا واحد اردو سائنس فکشن رسالہ ہے۔ ہندوستان میں چونکہ یہ رسالہ دستیاب نہیں ہے اس لئے اس کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں حاصل ہوسکیں۔ پشاور، پاکستان کے ایک ماہنامہ ''گلونہ'' کا ''سائنس فکشن نمبر'' جولائی 2011ء میں شائع ہوا [77]۔

اس کے علاوہ ہندو پاک کے دیگر Main-stream رسالوں اور ڈائجسٹوں میں بھی گاہے گاہے سائنسی افسانے اور قسط وار ناول شائع ہوا کرتے ہیں۔مثلاً ہندوستان کی مشہور ڈائجسٹ ''ہما'' میں الف صدیقی کا ایک قسط وار ناول ''ستم ایجاد'' میری نظروں سے گزرا جس کی کہانی کی بنیاد ایک ایسے سائنسی آلے پر تھی جو انسانی ذہنوں پر قبضہ کر لیتا تھا۔یہ تھا تو ایڈونچر ناول لیکن اس میں موجود سائنسی تھیم کی وجہ سے سائنسی ناولوں کے ضمرے میں Loose-fit ہوسکتا ہے۔

سائنس فکشن پر مبنی اردو فلمیں

سائنس فکشن ناولوں پر مبنی فلمیں کافی دلچسپ ہوتی ہیں اور عوام میں بے حد مقبول ثابت ہوا کرتی ہیں۔مغربی دنیا میں تو ایسی بے شمار فلمیں بنائی جا چکی ہیں۔Star Wars، Jurassic Park اور E.T. جیسی فلموں کے نام کون نہیں جانتا۔

کامیاب ثابت ہونے کے باوجود سائنس فکشن فلمیں عموماً کم بنائی جاتی ہیں۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ یہ فلمیں کافی بڑے بجٹ کی ہوتی ہیں۔ان کے لئے بہت مہنگے سیٹ لگانے پڑتے ہیں۔کمپیوٹر گرافکس کا زبردست استعمال کیا جاتا ہے (جو کافی مہنگے ہوتے ہیں)۔اگر سیٹ، کاسٹیوم اور کمپیوٹر گرافکس کا استعمال صحیح ڈھنگ سے نہ کیا جائے تو فلم بچکانہ سی بن کر رہ جاتی ہے اور بری طرح فلاپ ہوجاتی ہے۔

ہندستانی فلمی صنعت کافی ترقی یافتہ ہے اور عالمی فلمی صنعت میں، ہالی ووڈ کے بعد، دوسرا مقام رکھتی ہے۔ آن لائن انسائکلو پیڈیا wikipedia.com کے مطابق یہاں اب تک 26 سائنس فکشن فلمیں بنائی جا چکی ہیں جن میں تمل کی 10، ملیالم کی 4، تیلیگو کی 1، کنڑ کی 1، بنگلہ کی 2 اور ہندی [اردو؟] کی 8 فلمیں شامل ہیں (میری تحقیق کے مطابق 12 فلمیں) [79]۔

پاکستان میں اب تک صرف چار اردو سائنس فکشن فلمیں بنی ہیں جب کہ دو فلمیں 'کولا چی' اور ''نیشن اواکس'' ابھی شوٹنگ کے مراحل میں ہیں۔

ہندوستان میں سائنس فکشن فلموں کی باقاعدہ شروعات 1952ء میں ہی Kaadu نامی تمل فلم سے ہو گئی تھی لیکن بالی ووڈ میں جو پہلی اردو ہندی سائنس فکشن بنی اس کا نام تھا 'مسٹر ایکس'۔ یہ فلم 1957ء میں ریلیز ہوئی تھی۔ اس کے بعد سے اب تک کئی سائنس فکشن فلمیں بنائی جا چکی ہیں۔ مجموعی طور پر دیکھا جائے تو ان فلموں کا معیار برا نہیں ہے اور حال میں بننے والی چند فلموں کو امریکی سائنس فکشن فلموں کے مقابلے میں رکھا جا سکتا ہے۔ ان فلموں میں ٹرِک فوٹو گرافی (Trick Photography)، کمپیوٹر گرافکس، خوبصورت سیٹس اور کاسٹیوم کا خوبصورت استعمال کیا گیا ہے۔

ہندوستان میں بننے والی اردو ہندی سائنس فکشن فلمیں

کہنے کو تو ہندوستان میں 'ہندی' فلمیں بنتی ہیں لیکن ان میں کتنی 'ہندی' موجود ہوتی ہے یہ بات ہم سب کو معلوم ہے۔ یہاں تو 'مغل اعظم' جیسی 'اردو' فلم پر بھی 'ہندی' کا لیبل لگا ہوا ہے۔ حقیقت یہ ہے اگر ہم سنسر بورڈ کی جانب سے ملنے والے سرٹیفکیٹ کو نظر انداز کر دیں تو ہمیں پتہ چلے گا کہ بالی ووڈ کی تقریباً تمام فلمیں دراصل اردو ہی ہیں۔ ان کا ایک

ایک مکالمہ، ایک ایک نغمہ اس بات کی گواہی دے گا۔اسی لئے ہم بالی ووڈ میں ہندی کے نام پر بننے والی سائنس فکشن فلموں کو اردو سائنس فکشن کے ضمرے میں ہی رکھیں گے۔

اردو میں اس صنف کی شروعات حقیقتاً کب ہوئی یہ کہنا بہت مشکل ہے۔wikipedia نے 'مسٹر انڈیا' کو اردو/ہندی کی پہلی سائنس فکشن فلم قرار دیا ہے۔ لیکن تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ اس سلسلے میں [شاید] پہلی کوشش ہومی واڈیا نے 1949ء میں 'ایٹم بم' نامی فلم کی تخلیق سے کی تھی۔6/اگست 1945ء کو جاپان کے شہر ہیروشیما اور 9/اگست 1945ء کوناگاساکی پر ایٹم بم گرائے گئے۔دنیا کی تاریخ کا یہ بہت بڑا المیہ تھا جب صرف دو بموں کے ذریعہ دو شہروں کو راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کر دیا گیا اور تقریباً ڈھائی لاکھ انسان پلک جھپکتے ہی لقمۂ اجل بن گئے۔جو بچ گئے وہ مرنے والوں سے بھی بری حالت میں رہے۔ایسے میں ہومی واڈیا نے ایٹم بم کی تباہ کاریوں پر مبنی ایک فلم بنا کر شاید دنیا کو سائنس کے غلط استعمال کے نتائج سے آگاہ کرنے کی کوشش کی تھی۔فلم اتنی پرانی ہے کہ آج اس کے ویڈیوز دستیاب نہیں ہیں اور نہ ہی کچھ زیادہ معلومات حاصل ہوسکی ہیں۔وثوق کے ساتھ یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ واقعی یہ فلم سائنس فکشن کے ضمرے میں شامل کی بھی جاسکتی ہے یا نہیں۔

ذیل میں بالی ووڈ کی اردو/ہندی سائنس فکشن فلموں کا ایک مختصر جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

1۔ مسٹر ایکس (Mr. X) [1957]:

اس نام سے دو فلمیں بنیں۔پہلی فلم 1957 میں ریلیز ہوئی۔یہ سائنس فکشن پر مشتمل پہلی فلم تھی جس سے متعلق تفصیلات انٹرنیٹ پر موجود ہیں۔افسوس کہ میں اس فلم کو نہیں دیکھ سکا کیونکہ اس فلم کا ویڈیو مجھے کہیں سے دستیاب نہیں ہوسکا۔صرف اس کی Cast details اور کہانی کا Synopsis ہی انٹرنیٹ سے حاصل ہوئے [80]۔

اشوک کمار 'مسٹر ایکس' کے کردار میں

اس فلم کے ہدایت کار نانا بھائی بھٹ تھے جب کہ اشوک کمار، نلنی جیونت، ہیلن، آغا، مراد، جانکی داس اور پران اس فلم کے ستارے تھے۔اس فلم کی کہانی نظر نہ آنے والے انسان (Invisible Man) پر مبنی تھی۔مسٹر ایکس (اشوک کمار) کئی جرائم میں ملوث ہے۔پولیس کو اس کی تلاش میں کافی پریشان ہونا پڑتا ہے۔

شاید اس کردار کا آئیڈیا 1897ء میں شائع ہونے والے، H.G.Wells کے مشہور ناول The Invisible Man سے مستعار لیا گیا ہے۔

2۔ مسٹر ایکس اِن بامبے (Mr. X in Bombay) [1964] :

یہ فلم 23 / جولائی 1964ء کو ریلیز کی گئی تھی۔ یہ پورے طور پر سائنس فکشن تو نہیں تھی بلکہ ایک سائنس فنٹاسی کامیڈی فلم تھی۔اس فلم کے مصنف آر۔پی۔اشکؔ اور

'مسٹر ایکس اِن بامبے' کا ایک منظر

ہدایت کارشانتی لال سونی تھے جب کہ کشور کمار، کم کم، مدن پوری، رندھیر اور موہن چوٹی اس فلم کے ستارے تھے [81] ۔

یہ فلم بھی Invisible Man کے بارے میں ہی تھی۔فلم میں ایک سائنسداں ایک ایسی دوا ایجاد کرتا ہے جسے پی کر انسان نظروں سے غائب ہوسکتا ہے۔ایک بدمعاش شخص راجن (مدن پوری) سائنسداں کی بیٹی شوبھا (کم کم) کو حاصل کرنے کے لئے سائنسداں کو بلیک میل کرتا ہے۔سدرشن (کشور کمار) ایک شریف نوجوان شاعر ہے جو اتفاق سے وہ دوا پی لیتا ہے اور سب کی نظروں سے غائب ہو جاتا ہے۔لوگ اسے مردہ سمجھ لیتے ہیں اور اس کے ذریعہ کی جانے والی حرکات کو اس کی روح سے منسوب کرتے ہیں۔

فلم میں سائنسی حقائق کو بری طرح نظرانداز کیا گیا ہے صرف سائنسی بنیاد پر ایک کامیڈی پیش کردی گئی ہے۔مجموعی طور پر یہ فلم ویسی ہی ہے جیسی کشور کمار کی فلمیں عام طور سے ہوا کرتی ہیں۔

3۔ وہاں کے لوگ Wahan Ke Log [1967] :

1976ء میں ریلیز ہونے والی یہ ایک بلیک اینڈ وہائٹ سائنس فکشن فلم ہے جس کے ہدایت کار و فلمساز این۔اے۔انصاری تھے جب کہ پردیپ کمار، تنوجہ، جانی واکر، نیلوفر اور خود این۔اے۔انصاری نے اداکاری کے جوہر دکھائے تھے [82] ۔

اس فلم میں ''وہاں کے لوگ'' سے مراد سیارہ مریخ کے باشندے ہیں۔فلم کی کہانی کے مطابق مریخی باشندے اڑن طشتریوں میں بیٹھ کر آیا کرتے ہیں اور دہلی کے جوہریوں کو لوٹ کر ان کے ہیرے لے کر فرار ہوجاتے ہیں۔حکومت کو شک ہے کہ یہ ضرور کسی کی سازش ہے۔راکیش (پردیپ کمار) سی۔آئی۔ڈی انسپکٹر ہے۔اس کیس کی تفتیش کی ذمہ داری راکیش پر ڈالی جاتی ہے جو پرنس رنبیر سنگھ بن کر دہلی پہونچتا ہے۔تفتیش کے دوران

فلم 'وہاں کے لوگ' کے مناظر

راکیش کو پتہ چلتا ہے کہ یہ مریخی باشندے نہیں ہیں بلکہ ان کی آڑ میں ایک بدقماش سائنسداں یہ سارا کھیل کھیل رہا ہے۔ یہ سائنسداں، انل چکرورتی (این۔اے۔انصاری) ایک سچے اور وطن پرست سائنسداں ڈاکٹر چکرورتی (این۔اے۔انصاری ڈبل رول میں) کا بیٹا ہے جس نے ایک پڑوسی ملک کی شہ پر یہ سارا کھڑاگ پھیلا رکھا ہے۔

تین انگلیوں والے دستانوں اور اسپیس سوٹ کی مدد سے عام انسانوں کو ہی نقلی مریخی باشندے بنا کر خوف و ہراس پھیلایا جا رہا ہے۔ مریخیوں کو اڑن طشتریاں (UFO) اڑاتے ہوئے دکھایا گیا ہے جو دراصل جیٹ ہوائی جہازوں کی بدلی ہوئی شکل ہیں۔ اس کے علاوہ لیزر گن، ریڈار، اڑتے ہوئے ٹرانسمیٹر، نقلی ناخنوں کے ذریعہ پیغام رسانی، Light sensitive switches، لاکٹ یا براسلیٹ کے اندر مائکرو ٹرانسمیٹر، دیواروں کے پار سننے والا آلہ اور سپر لیزر، جو ہائڈروجن بم سے بھی زیادہ تباہ کاریاں مچا سکتا ہے، وغیرہ دکھائے گئے ہیں جو 1967ء کے لئے بہت بڑی بات تھی اور یہ فلم کے مصنف کے۔بی۔پاٹھک کے سائنسی ذہن کا کمال ہے اور اس لحاظ سے یہ فلم بڑی کامیاب ہے۔

4۔ چاند پر چڑھائی (Trip to Moon) [1967] :

یہ فلم یکم جنوری 1967ء میں ریلیز ہوئی تھی۔ فلم کا اردو نام 'چاند پر چڑھائی' تھا

فلم 'چاند پر چڑھائی' کا ایک منظر

جب کہ انگریزی میں اس فلم کا نام Trip to Moon رکھا گیا تھا۔ یہ ایک بلیک اینڈ وہائٹ سائنس فنٹاسی تھی۔ ٹی۔آر۔سندرم کی ہدایت میں بنی اس فلم کے ستارے دارا سنگھ، ماسٹر بھگوان، انور، ایس۔نذیر، ہیلن اور پدما کھنہ تھے [83]۔

اس فلم میں کیپٹن آنند (دارا سنگھ) ایک خلاباز ہے جسے چاند پر بھیجنے کی تیاریاں چل رہی ہیں۔ راکٹ کی لانچنگ سے قبل ہی چاند کے باشندے کیپٹن آنند اور اس کے ساتھی بھگّو (ماسٹر بھگوان) کا اغوا کر کے چاند پر لے جاتے ہیں۔ آنند کو چاند کی عدالت میں پیش کیا جاتا ہے جہاں اس کو چاند کی سرزمین پر گھس پیٹھ کرنے کا ملزم قرار دیا جاتا ہے۔ بڑی مشکل سے آخر کار آنند چاند کے لوگوں کی غلط فہمیاں دور کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے بلکہ چاند کی خوبصورت شہزادی (پدما) کا دل بھی جیت لیتا ہے۔ لیکن مریخ کا ظالم بادشاہ (انور) شہزادی کو حاصل کرنے کے لئے چاند پر حملہ کر دیتا ہے۔ کیپٹن آنند اپنی ذہانت اور بہادری سے اس لڑائی میں چاند کے باشندوں کو فتح سے ہمکنار کرتا ہے۔ آج کے لحاظ سے یہ فلم بچکانہ سی لگتی ہے۔ اڑن طشتریاں، راکٹ، روبوٹ اور دوسری سائنسی اشیا کھلونے جیسی لگتی ہیں۔ چاند اور مریخ کے سیٹ بھی بڑے بچکانہ ہیں۔ خلابازوں کے خلائی لباس دیکھ کر ہنسی آتی ہے۔ اسپیشل ایفکٹس بھی بھونڈے ہیں۔ لیکن ان سب کے باوجود ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ یہ فلم ہندوستان میں اپنی نوعیت کی پہلی کوشش تھی جس میں خلا اور خلا کی (تصوراتی)

دنیا کو دکھانے کی کوشش کی گئی تھی۔اس بچکانہ سی فلم میں سائنس فکشن کہاں تھا؟ ....اور کتنا تھا؟ ....ذرا یہ دیکھئے۔

اس فلم میں جو سائنسی Gadgets دکھائے گئے تھے 1967ء ان کا تصور کر لینا بہت بڑی بات تھی کیونکہ آج وہ سارے کے سارے Gadgets حقیقت بن چکے ہیں اوراس فلم کے ''بے چارے'' مصنف کا تصور حرف بہ حرف سچ ثابت ہوا ہے۔میں مصنف کو ''بے چارہ'' اس لئے کہہ رہا ہوں کیونکہ فلم کے ٹائٹل میں اس کا کہیں نام ہی نہیں ہے۔ صرف ڈائلاگ رائٹر کا نام دیا گیا ہے۔

اس فلم میں ڈیجیٹل کیمرہ، Scanner، ویڈیو کالنگ، ای میل اور موڈرن پرنٹر دکھائے گئے ہیں۔فلم کی ایک کردار سیمی جب آنند (دارا سنگھ) کو شموگا کے ساتھ دیکھتی ہے تو وہ ننھا سا ڈیجیٹل کیمرہ نکالتی ہے اوران دونوں کی تصویریں کھینچ کر مریخ کے بادشاہ کو بھیج دیتی ہے (ای میل؟)۔مریخ کا بادشاہ سیمی سے ویڈیو کالنگ کے ذریعہ بات کرتا ہے اور ٹی وی اسکرین پر اس کی تصویر نظر آتی ہے۔ Google glasses کا آج کل بڑا چرچا ہے۔Google نے یہ خاص قسم کا چشمہ ایجاد کیا ہے جو پہننے والے کی آنکھوں کے سامنے ہوا میں کمپیوٹر اسکرین کی تصویر پروجیکٹ کرتا ہے۔یعنی آپ اس چشمے کو پہن کر کوئی ویڈیو دیکھ سکتے ہیں یا کسی سے ویڈیو کانفرنسنگ کر سکتے ہیں۔لیکن 1967 میں اس طرح کے چشمے کا تصور پیش کرنا بہت بڑی بات تھی۔ ذرا فلم کا وہ منظر یاد کیجئے جب سیمی مریخ کے بادشاہ کو کال کرتی ہے اور وہ یہ کال اپنے چشمے میں ریسیو کرتا ہے اور چشمے کے ایک لینس میں سیمی کی تصویر نظر آتی ہے اوراس کی آواز سنائی دیتی ہے۔وہ زمانہ جب کمپیوٹر ابھی اپنے ابتدائی مرحلے میں تھا، پہنے جانے والے کمپیوٹر (Wearable computer) کا تصور پیش کرنے والا مصنف واقعی عظیم تھا۔

5۔ مسٹر ایکس (Mr. X) [1984] :

فلم کا ویلن امتیاز خان بطور ''مسٹر ایکس''

دوسری بار مسٹر ایکس 1984 ء میں بنی۔اس کے مصنف اور ہدایت کار خواجہ احمد عباس تھے۔امول پالیکر،شبانہ اعظمی، پرکشت ساہنی اور امتیاز خان اس فلم کے ستارے تھے۔فلم کی شروعات سے قبل، ابتدائیہ میں، امجد خان کی آواز میں سائنس کی افادیت اوراس کے غلط استعمال کے نقصانات پر روشنی ڈالی گئی ہے [84] ۔

یہ فلم بھی Invisible Man کے تصور پر ہی مبنی ہے۔فلم میں ایک سائنسداں، پروفیسر شرما ایک ایسی دوا ایجاد کرتا ہے جس کو پی کر انسان نظروں سے غائب (Invisible) ہوسکتا ہے۔ پروفیسر کا ایک شاگرد رمیش (امتیاز خان) اس عظیم ایجاد کا فارمولا چوری کر لیتا ہے اور 'غائب' ہوکر ڈکیتیاں کرنے لگتا ہے۔ وہ اس طریقے سے بے شمار دولت حاصل کرنا چاہتا ہے تاکہ اقتدار پر قابض ہوکر دنیا پر حکومت کر سکے۔ پولیس 'مسٹر ایکس' کی تلاش میں بری طرح پریشان ہوتی رہتی ہے لیکن اسے پکڑ نہیں پاتی۔

پروفیسر کا ایک اور شاگرد امر کمار (امول پالیکر) پروفیسر سے وہ دوا لے کر 'غائب' ہو جاتا ہے اور مسٹر ایکس کی تلاش کرتا ہے۔آخر کار ایک دن وہ مسٹر ایکس کو پکڑنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔لیکن فرار کی کوشش میں مسٹر ایکس کی موت ہو جاتی ہے اور اس طرح وہ اپنے انجام کو پہونچ جاتا ہے۔

6۔ مسٹرانڈیا (Mr. India) [1987] :

25 رمئی 1987ء کونمائش کے لئے پیش کی جانے والی یہ فلم اردو کے مشہور شاعر وادیب جاوید اختر اور سلیم خان کی جوڑی 'سلیم ۔ جاوید' کے زورقلم کا نتیجہ تھی۔اس فلم کی ہدایت شیکھر کپور نے دی تھی جب کہ انیل کپور،سری دیوی اورامریش پوری اس فلم کے اہم ستارے تھے۔181 منٹ کے دورانیئے والی اس فلم کی کہانی بھی ایک نظر نہ آنے والے انسان(Invisible Man) کے گرد گھومتی ہے۔ظاہر ہے سلیم۔ جاوید نے بھی اس کردارکا آئیڈیا H.G.Wells کے مشہورناول The Invisible Man سے ہی مستعار لیا ہے۔لیکن تھوڑے فرق کے ساتھ۔Wells کا ہیرو Griffin ایک لالچی اور خودغرض انسان ہے جو دولت اوراقتدار کے لئے 'خوف کی حکومت' قائم کرنا چاہتا ہے جب کہ سلیم ۔جاوید کا ہیرو، ارون ورما (انیل کپور) ایک دردمند دل رکھنے والا یتیم نوجوان ہے

انیل کپورنظر نہ آنے والے''مسٹرانڈیا'' کے روپ میں

جواپنے جیسے یتیم بچوں کی پرورش کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہے۔فلم کے ویلین 'موگامبو' (امریش پوری) کے لوگ اس سے اس کے 'یتیم خانے' کے مکان سے بے دخل کرنا چاہتے ہیں۔اسی دوران ایک سائنسداں کی ایک ایجاد اس کے ہاتھ لگ جاتی ہے۔یہ ایک براسلیٹ ہے جسے کلائی پر باندھ کر اس کا بٹن دباتے ہی انسان 'غائب' (Invisible) ہو جاتا ہے۔یہ ایک بڑی طاقت ہے جو اسے مل جاتی ہے جس کی مدد سے 'غائب' ہو کر وہ ملک کے دشمنوں سے لڑتا ہے اور لوگ اس نظر نہ آنے والے ہیرو کو 'مسٹر انڈیا' کے نام سے پکارتے ہیں۔اس طرح سلم جاوید کا 'مسٹر انڈیا' ایک مثبت کردار ہے جب کہ Wells کا ہیرو Griffin ایک منفی کردار۔

فلم میں Trick phtography کا بڑا خوبصورت استعمال کیا گیا ہے۔ایک نظر نہ آنے والے انسان کو فلم کے پردے پر دکھانا آسان کام نہیں ہے۔یہاں انسان کی نہیں بلکہ اس کے ذریعہ انجام دئے جانے والے افعال کی عکاسی کی جاتی ہے مثلاً جب وہ چلتا ہے تو اس کے جوتوں کے نشان مٹی پر یکے بعد دیگرے پڑتے ہیں یا جب وہ کسی چیز کو اٹھاتا ہے تو کیمرے کے سامنے اس شے کو ہوا میں بالکل معلق دکھایا جاتا ہے وغیرہ۔یہ ایک مشکل کام تھا جسے اسکرپٹ اور کیمرے کی مدد سے کامیابی کے ساتھ بخوبی انجام دیا گیا ہے۔ 'مسٹر انڈیا' کو ہندوستان کی پہلی سپر ہٹ سائنس فکشن فلم کہلانے کا شرف حاصل ہے [85] ۔

7۔ کوئی مل گیا (Koi Mil Gaya) [2003] :

یہ بھی بالی ووڈ کی ایک سپر ہٹ اردو/ہندی سائنس فکشن فلم ہے جو 8/اگست 2003ء کو نمائش کے لئے پیش کی گئی۔30 کروڑ روپیوں کی لاگت سے بننے والی اس فلم کے فلم ساز اور ہدایت کار راکیش روشن تھے جب کہ ریتک روشن، پریتی زنٹا اور ریکھا اس فلم کے اہم ستارے تھے۔176 منٹ کے دورانئے کی اس فلم کا موضوع دوسری دنیا سے آنے والا ایک جاندار (Alien) ہے جسے اس فلم میں 'جادو' کا نام دیا گیا ہے۔یہ فلم ہالی ووڈ کے مشہور

ہدایت کار Steven Spielberg کی فلم .E.T کی ہندوستانی شکل تھی[86]۔

فلم کا ہیرو، روہت (ریتک روشن) ایک ذہنی طور پر معذور نوجوان ہے۔ بڑے ہونے کے بعد بھی اس کی ذہنی سطح بچوں جیسی ہے۔ وہ بچوں کے ساتھ چھٹی جماعت میں پڑھتا ہے اور انہی کے ساتھ کھیلتا ہے۔ نشا (پریتی زنٹا) بھی اس کی دوست ہے۔ ایک دن جنگل میں انہیں ایک Alien مل جاتا ہے جسے وہ سب کی نظروں سے بچا کر گھر لے آتے ہیں۔ پھر انہیں اس Alien کی زبردست Psychokinetic طاقتوں کا پتہ چلتا ہے۔ وہ اپنی ان طاقتوں کا استعمال کر کے بڑے بڑے کارنامے انجام دیتا ہے اسی لئے اس کا نام 'جادو' (Magic) پڑ جاتا ہے۔ 'جادو' اپنی اس پراسرار طاقت کی مدد سے روہت کی ذہنی معذوری کو ختم کر دیتا ہے اور وہ ایک نارمل نوجوان بن کر نشا کے ساتھ زندگی گزارنے لگتا ہے۔

اس فلم میں 'جادو' (Alien) کے کردار کے لئے ماسک اور کاسٹیوم کی تیاری کافی مشکل اور مہنگا کام تھا جسے اس فلم میں بخوبی انجام دیا گیا ہے ساتھ ہی ٹرک فوٹوگرافی اور

فلم ''کوئی مل گیا'' کا ایک منظر: ''جادو'' اور رتیک روشن

کمپیوٹر گرافکس کا بھی لاجواب استعمال کیا گیا ہے جن کی وجہ سے یہ فلم ایک یادگار سائنس فکشن فلم بن گئی، اگر ایسا نہ ہوتا تو موضوع کے اعتبار سے فلم بھونڈی اور بچکانہ بن کر رہ جاتی۔

8۔ جانے ہوگا کیا (Jaane Hoga Kya) [2006] :

بالی ووڈ کی یہ سائنس فکشن فلم یکم ستمبر 2006ء کو نمائش کے لئے پیش کی گئی۔ اس فلم کے مصنف اور ہدایت کار Glen Barretto اور انکش موہلا ہیں جب کہ آفتاب شیو دشانی، بپاشا باسو اور ٹینو آنند اس فلم کے اہم ستارے ہیں [87]۔

یہ فلم انسانی کلوننگ (Human Clonning) کے موضوع پر مبنی ہے۔ جب ایک جاندار کے جسم کے خلیوں کی مدد سے ایک نیا جاندار پیدا کیا جاتا ہے تو اس عمل کو کلوننگ (Clonning) کہتے ہیں اور پیدا ہونے والے جاندار کو پہلے جاندار کا 'کلون' (Clone) کہا جاتا ہے۔ کلون اصل جاندار کی بالکل کاربن کاپی ہوتا ہے۔ یعنی آسان لفظوں میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ کلوننگ کے عمل کی مدد سے کسی جاندار کی بہت ساری 'کاپیاں' تخلیق کر سکتے ہیں جو ہر لحاظ سے اپنے 'اصل' کے جیسی ہی ہوں گی۔

اس سلسلے میں پہلا دعویٰ، مینڈک کی کلوننگ سے متعلق، 1952 میں کیا گیا لیکن اس کی سچائی پر لوگوں کو شک ہے۔ دنیا کا پہلا کامیاب تجربہ 1963ء میں چین میں کیا گیا جب ایک چینی ڈاکٹر Tong Dizhou نے مچھلی کا کلون پیدا کیا۔ اس کے بعد سے اب تک بہت سارے جانوروں پر کامیاب تجربے ہو چکے ہیں اور چوہا، بھیڑ، بلی، کتا، بندر، خچر، گھوڑا، اونٹ، بھینس اور بکری وغیرہ کے کلون پیدا کئے جا چکے ہیں۔ ان تجربات کے سلسلے کی سب سے اہم کڑی انسانی کلوننگ ہے۔ انسانی کلوننگ کی پہلی کوشش نومبر 1998ء میں کی گئی لیکن کامیابی نہیں ملی۔ جنوری 2008ء میں کیلیفورنیا کے Wood اور Andrew French نامی سائنسدانوں نے پانچ انسانی جنین کی تخلیق کا اعلان کیا لیکن یہ ان کی مزید نشو و نما

نہیں ہوسکی اور یہ ختم ہو گئے [88] ۔

ساری دنیا کی سائنسی اور مذہبی تنظیمیں انسانی کلوننگ کے سخت خلاف ہیں کیونکہ یہ قانون قدرت کے خلاف ہے اور اس کے بے شمار غلط نتائج سامنے آنے کی امید ہے۔ اسی بنا پر دنیا کی تقریباً تمام حکومتوں نے اس پر پابندی عائد کر رکھی ہے اور زیادہ تر ممالک میں انسانی کلوننگ کے تجربات کو سرانجام دینا قابل سزا جرم مانا جاتا ہے۔

بہر حال آج تک انسانی کلوننگ کا کوئی تجربہ کامیاب نہیں ہوسکا ہے لیکن سائنس فکشن کہانیوں کے مصنف کلوننگ کو بنیاد بنا کر اکثر کہانیاں لکھتے رہے ہیں اور فلم 'جانے ہوگا کیا' بھی اسی موضوع پر مبنی ہے۔

فلم 'جانے ہوگا کیا' میں سدھارت (آفتاب شیوداسانی) انڈین میڈیکل ریسرچ سینٹر کا ایک سائنسداں ہے جو انسانی کلوننگ کرنا چاہتا ہے۔ اس سلسلے میں وہ حکومت سے اجازت طلب کرتا ہے لیکن حکومت اسے انسانی کلوننگ کی اجازت نہیں دیتی ہے۔ اس کی محبوبہ ادیتی (بپاشا باسو) اسے ترغیب دیتی ہے کہ وہ اس کے باپ (ٹینو آنند) کی مدد لے، جو بہت بڑا بزنس مین ہے۔ سدھارت ایک خفیہ مقام پر تجربہ گاہ بنوا کر تجربات شروع کر دیتا ہے اور آخر ایک دن خود اپنا ہی ایک کلون بنانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ لیکن جلد

فلم ''جانے ہوگا کیا'' میں انسانی کلوننگ

ہی اس کے برے نتائج بھی سامنے آجاتے ہیں۔سدھارت کا کلون (آفتاب شیوداسانی کا ڈبل رول) جرائم کرنے لگتا ہے جن کے الزامات خود سدھارت پر لگتے ہیں کیونکہ وہ یہ ثابت کرنے میں ناکام رہتا ہے کہ جرائم خود اس نے نہیں بلکہ اس کے کلون نے کیے ہیں۔

9۔ کرِش (Krrish) [2006] :

ہوا میں اڑتا ہوا سوپر ہیرو 'کرش'

راکیش روشن کی ہدایت میں بننے والی یہ فلم دراصل 'کوئی مل گیا'' کی ہی دوسری کڑی ہے۔ریکھا، رتک روشن، پرینکا چوپڑا اور نصیرالدین شاہ اس فلم کے ستارے ہیں۔ یہ فلم 'کوئی مل گیا' کے ہیرو کے بیٹے کی کہانی ہے جسے دوسری دنیا سے آئے ہوئے Alien کی جانب سے ایسی طاقتیں حاصل ہیں کہ وہ سُپر ہیرو (Super Hero) بن گیا ہے۔اس فلم میں ایک ایسی مشین کا قصہ بھی ہے جس کی مدد سے مستقبل میں جھانکنا ممکن ہوسکتا ہے۔ص 'کوئی مل گیا' کی دوسری کڑی ہونے کی وجہ سے اس فلم کو سائنس فکشن فلموں کے ضمرے میں تو ضرور رکھا جائے گا لیکن اس سے کہیں بڑھ کر یہ ایک سوپر ہیرو کی ایکشن فلم ہے [89] ۔

10۔ لَو اسٹوری ۲۰۵۰ (Love Story 2050) [2008] :

اس سائنس فکشن فلم کی کہانی ایک ٹائم مشین سے متعلق ہے۔ایک سائنسداں

یتینیدر رکھنؔہ (بومن ایرانی) 15 سالوں کی محنت سے ایک ایسی ٹائم مشین بنانے میں کامیاب ہوجاتا ہے جس کی مدد سے ماضی یا مستقبل میں جایا جاسکتا ہے۔ فلم کے کردار (ہرمن بویجا، پرینکا چوپڑا اور بومن ایرانی) ٹائم مشین کا استعمال کر کے 2050ء کی ممبئی میں پہونچ جاتے ہیں اور ممبئی کا مستقبل دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں جہاں اڑتی ہوئی کاریں ہیں، 200 منزلہ عمارتیں ہیں، روبوٹ ہیں، ہولوگرام ہیں اور ایسی ہی بے شمار چیزیں ہیں [90]۔

ٹائم مشین کی مدد سے ماضی یا مستقبل کے سفر کا تصور سب سے پہلے H. G. Wells نے 1895ء میں اپنے شہرۂ آفاق ناول The Time Machine میں پیش کیا تھا جس میں اس کا کردار (وقت کا مسافر) 802,701ء میں (مستقبل میں آج سے تقریباً آٹھ لاکھ سال آگے) پہونچ جاتا ہے۔ اس وقت تک نسل انسانی اپنے ارتقاؑ کے نتیجے میں دو الگ الگ اقسام کے انواع (species) میں تبدیل ہوچکی ہوتی ہے۔ حکمرانوں اور امراؑ کا طبقہ Eloi نامی جانداروں کی شکل میں ارتقاؑ پاچکا ہے جو سطح زمین پر آرام دہ رہائش گاہوں میں رہتے ہیں اور کسی قسم کی محنت کیے بغیر عیش وعشرت کی زندگی گزار رہے ہیں جب کہ محنت کش طبقہ Morlocks کی صورت تبدیل ہوچکا ہے۔ یہ بن مانسوں جیسے جاندار ہیں جو زیر زمین پناہ گاہوں میں رہتے ہیں اور Eloi طبقے کے لیے سارے کام انجام دیتے ہیں اور ان کے لئے غذا اور دیگر ضروری اشیأ پیدا کرتے ہیں۔

11۔ ایکشن ری پلے (Action Replay) [2010]:

5/نومبر 2010ء کو ریلیز ہونے والی یہ فلم بھی ٹائم ٹریول سے متعلق تھی۔ اس کے فلمساز وہدایت کار وپیُل شاہ تھے۔ اکشے کمار، ایشوریہ رائے، نیہا دھوپیا، سدیپا سنگھ، رندھیر کپور اور آدتیہ رائے کپور اس فلم کے ستارے تھے۔

اس فلم میں کشن (اکشئے کمار) اور مالا (ایشوریہ رائے) ایسے شوہر بیوی جن کی آپس

فلم 'ایکشن ری پلے' آدتیہ رائے کپور میں ٹائم مشین کی مدد سے ماضی کا سفر کرتے ہوئے

میں نہیں پٹتی۔ ان کا بیٹا بنٹی (آدتیہ رائے کپور) اپنے والدین کی آپسی ناچاقی سے پریشان رہتا ہے۔ اس دوران اس کی ملاقات اینتھونی گونزالوِس نامی سائنسداں (رندھیر کپور) سے ہوتی ہے جو ایک ٹائم مشین کا موجد ہے۔ بنٹی اس ٹائم مشین کی مدد سے اپنے والدین کے ماضی میں جاتا ہے اور کچھ ایسا کرتا ہے جس سے ان کی آپسی ناچاقی ختم ہو جاتی ہے [91] ۔

فلم سائنس فکشن سے زیادہ سائنس فنٹاسی کہی جا سکتی ہے کیونکہ ٹائم مشین کی مدد سے ماضی میں جانا اور بات ہے لیکن وہاں کچھ ایسا کر دینا جس کا اثر مستقبل پر پڑے، ناممکنات میں سے ہے۔ اسے Grandfather Paradox کہتے ہیں۔

Grandfather Paradox کا مسئلہ سب سے پہلے René Barjavel نے اپنے سائنس فکشن ناول Le Voyageur Imprudent (Future Times Three) میں اٹھایا تھا۔ اس کے مطابق اگر وقت کا مسافر (Time Traveller) ماضی میں جا کر اپنے دادا کو اس وقت قتل کر دے جب اس کی دادی ابھی حاملہ نہیں ہوئی تھی۔ تو ظاہر ہے کہ اس کا باپ پیدا ہی نہیں ہو سکے گا تو پوتے کی پیدائش کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ہے۔ ایسے میں وقت کا مسافر زمانۂ حال میں کبھی واپس نہیں آ سکے گا اور اگر وہ واپس آتا ہے تو پھر وہ اپنے دادا کا قتل بھی نہیں کر پائے گا۔

12۔ روبوٹ (Robot) [2010] :

روبوٹ دراصل 2010 میں بنی ایک تمل فلم ''Enthiran'' کا اردو/ہندی ورژن ہے۔اس فلم کے ستارے رجنی کانت اور ایشوریہ رائے تھے جب کہ ہدایت کار شنکر تھے۔

اس فلم میں ڈاکٹر واسی (رجنی کانت) ایک سائنسداں ہے جو ایک ایسا Android Robot بناتا ہے جو نہ صرف بالکل انسانوں کی طرح کام کر سکے انسانوں کی طرح سوچ بھی سکے اور انسانیت کی خدمت کرے۔ Android Robot یا Humonoid Robot ایسے روبوٹ کو کہا جاتا ہے جو بالکل انسانوں جیسے دکھائی دیتے ہیں اور انسانوں کی طرح حرکتیں بھی کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان جسم بھی گوشت نما پلاسٹک میٹریل سے بنا ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ چھونے میں بھی انسان جیسے ہی لگتے ہیں۔حال میں بنائے گئے کچھ روبوٹس کے چہروں پر تو موقع کے لحاظ سے خوشی ،فکر،غم، استعجاب وغیرہ کے جذبات تک پائے جاتے ہیں۔جاپان میں 2006 میں ایک روبوٹ DER-2 بنایا گیا جو بالکل انسانوں کی طرح حرکات کر سکتا تھا اور اس کے چہرے پر انسانوں جیسے Expressions بھی پیدا ہوتے تھے۔کوریا میں بنایا گیا روبوٹ EveR-2 دنیا کا پہلا روبوٹ ہے جو بالکل انسانی expresssions کے

روبوٹ DER-2

روبوٹ EveR-2

فلم ’روبوٹ‘ کا Android Robot ’چِتی‘

ساتھ گانا بھی گا سکتا ہے۔

فلم ’روبوٹ‘ میں سائنسداں ڈاکٹر واسی ایک Android روبوٹ بناتا ہے جو بالکل اس کا ہم شکل (رجنی کانت) ہے۔اس نام وہ ’چِتی‘ رکھتا ہے۔’چِتی‘ کو وہ سارے انسانی احساسات سکھا دیتا ہے جس سے اس کے اندر انسانوں جیسے جذبات پیدا ہوجاتے ہیں۔ نتیجے میں چِتی، ڈاکٹر واسی کی گرل فرینڈ ثنا (ایشوریہ رائے) سے محبت کرنے لگتا ہے۔اور پھر وہ عشق میں اپنے خالق کا ہی رقیب بن جاتا ہے عشق میں پاگل ہوکر وہ اپنے خالق کے کنٹرول سے باہر نکل کر تباہیاں مچانا شروع کر دیتا ہے [92] ۔

یہ کہانی سائنس فکشن کے اسی مشہور تھیم سے جڑی ہے کہ کسی دن انسان کی بنائی مشین انسان کے کنٹرول سے باہر نکل گئی تو کیا ہوگا؟

13۔ را۔وَن (Ra-One) [2011] :

اس فلم کے فلمساز شاہ رخ خان اور ہدایت کار انو بھوسنہا تھے۔فلم میں شاہ رخ خان اور قرینہ کپور نے کلیدی کردار نبھائے ہیں۔ 154 منٹ کے دورانئے والی 125 کروڑ کی لاگت سے بننے والی یہ سائنس فنٹاسی فلم 24 اکتوبر 2011ء ریلیز کی گئی۔

یہ ایک Cyberpunk سائنس فکشن ہے۔فلم میں ایک برطانوی کمپنی کا انجینئر جینی نیّر ایک ایسی ٹکنالوجی ایجاد کرتا ہے جس کی مدد سے ڈیجیٹل دنیا کی اشیاء کا حقیقی دنیا میں آنا ممکن ہوجاتا ہے۔شیکھر سبرامنیم (شاہ رخ خان) بھی اسی کمپنی میں کام کرتا ہے اور کمپنی

گیم کا ہیرو G-One

کے لئے ایک نیا ویڈیو گیم بناتا ہے۔اپنی بیوی (قرینہ کپور) کی خواہش کے مطابق وہ اس گیم کے ویلین کو ہیرو سے زیادہ طاقتور بناتا ہے۔اس گیم کی تیاری میں شیکھر کا ساتھی جینی نیّر اس کی مدد کرتا ہے اور گیم کے ہیرو (G-One) کے لئے شیکھر (شاہ رخ خان) کا چہرہ استعمال کرتا ہے جب کہ ویلین (Ra-One) بے چہرہ ہے۔

شیکھر کا بیٹا پرتیک اپنے باپ کے بنائے ویڈیو گیم کو کھیلتا ہے تبھی گیم کا ویلین Ra-One گیم سے باہر حقیقی دنیا میں آجاتا ہے اور پرتیک کو قتل کرنا چاہتا ہے۔شیکھر پرتیک کو بچالیتا ہے لیکن خود قتل ہو جاتا ہے۔جینی گیم کے ہیرو G-One (شاہ رخ خان کا ڈبل رول) کو حقیقی دنیا میں لاتا ہے جو Ra-One سے مقابلہ کر کے اسے ختم کر دیتا ہے [93] ۔

14۔ جوکر (Joker) [2012] :

یہ 31/اگست 2012ء کو ریلیز ہونے والی ایک سائنس فکشن کامیڈی فلم ہے جس کے فلمساز فرح خان اور اکشے کمار ہیں اور ہدایت کار سیریش کُندر ہیں جب کہ فلم کے ستارے اکشے کمار، سوناکشی سنہا اور سریاش تلپڑے ہیں۔

فلم میں اگستیہ (اکشے کمار) NASA کا ایک سائنسداں ہے جس نے Aliens سے رابطے کے لئے ایک مشین بنائی ہے لیکن دو سال کی کڑی محنت کے بعد بھی وہ Aliens سے رابطہ قائم کرنے میں ناکام رہتا ہے۔اسی دوران وہ اپنے گاؤں پگلا پور لوٹ آتا ہے۔یہ وہ گاؤں ہے جو آزادی کے بعد ملک کے نقشے میں شامل ہونے سے رہ گیا تھا اور

فلم 'جوکر' کا Alien

ہندوستان کے کسی بھی صوبے کا حصہ نہیں تھا جس کی وجہ سے یہاں آزادی کے 65 سال بعد بھی کوئی ترقی نہیں ہوئی تھی۔ اگستیہ ملک کے لوگوں کو اس گاؤں کی طرف متوجہ کرنے کے لئے نقلی Aliens تخلیق کرتا ہے۔ ساری دنیا کی میڈیا وہاں پہونچ جاتی ہے اور پگلا پور ساری دنیا میں مشہور ہو جاتا ہے۔لیکن اسی دوران ایک اصلی Alien بھی وہاں پہونچ جاتا ہے۔

یہ ایک کامیڈی فلم ہے جسے سائنس فکشن کا تقسیم دیا گیا ہے لیکن ہم اسے زیادہ سے زیادہ ایک سائنس فنٹاسی ہی کہہ سکتے ہیں۔[103]

ان فلموں کے علاوہ بالی ووڈ میں کچھ ایسی B گریڈ فلمیں (B-Movies) بھی بنی ہیں جن کے ناموں سے یہ پتہ چلتا ہے وہ سائنس فکشن پر مبنی تھیں لیکن آج ان فلموں کے ویڈیوز دستیاب نہیں ہیں اور نہ ہی انٹرنیٹ پر ان سے متعلق کچھ زیادہ مواد موجود ہے اس لئے ان کے بارے میں حتمی طور پر کچھ کہنا مشکل ہے۔

ذیل میں ان فلموں کا ایک فہرست پیش کی جا رہی ہے۔

1۔ فلائنگ مین (Flying Man) [1955] :

ہدایت کار: پرتاپ نیّر ستارے: راجن، ہیلن، بھگوان، ہیرالال، ٹن ٹن، افتخار

2۔ راکٹ گرل (Rocket Girl) [1963] :

ہدایت کار: نانو بھائی بھٹ ستارے: بھگوان داس، ناز، نیلوفر، شمی، سدیش کمار

3 ۔ راکٹ ٹارزن (Rocket Tarzan) [1963] :

ہدایت کار: بی۔ جے۔ پٹیل ستارے: شانتی لال، راجن کپور، بابو راجے، شکیلہ بانو، پولسن

4۔ فلائنگ سرکس (Flying Circus) [1965] :

ہدایت کار : دھنپت رائے ستارے: رنجن، نسرین، بیلا بوس، نیلوفر، بابو راجے

پاکستان میں بننے والی اردو سائنس فکشن فلمیں

پاکستان میں پہلی سائنس فکشن فلم 1987 ء میں بنائی گئی۔ اس کے بعد دو اور فلمیں 1989 ء اور 1991 ء میں بنائی گئیں ۔ پاکستان کی چوتھی سائنس فکشن فلم 'کولاچی' ابھی زیرِ تکمیل ہے اور جلد ہی نمائش کے لئے پیش کی جانے والی ہے۔

ذیل میں پاکستانی سائنس فکشن اردو فلموں کا ایک مختصر جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

1۔ سن آف انڈاٹا (Son of Andata) [1987] :

یہ پہلی پاکستانی اردو سائنس فکشن فلم تھی جس کے مصنف آفتاب زیدی اور ہدایت کار اقبال یوسف تھے۔ اس فلم میں سلطان راہی، بابرا شریف، غلام محی الدین، سدھیر، تالش، آصف خان وغیرہ نے اداکاری کے جوہر دکھائے تھے۔

اس فلم میں سلطان راہی نے ویلین روبوٹ کا رول نبھایا ہے جسے دراصل ایک ایک بدقماش سائنسداں تالش نے بنایا تھا۔ یہ روبوٹ فلم میں خاصی تباہیاں مچاتا ہے [94] ۔

2۔ شانی (Shanee) [1989] :

شانی دوسری پاکستانی اردو سائنس فکشن فلم تھی۔ اس فلم کی کہانی ناصر ادیب نے تحریر کی تھی جب کہ ہدایت کاری کے فرائض سعید رضوی نے انجام دیئے تھے۔ بابرا شریف، شیری

فلم ’شانی‘ کا پوسٹر

ملک اور غلام محی الدین اس کے اہم ستارے تھے۔

فلم کی کہانی دوسرے سیارے سے آنے والے ایک انسان (Alien) کے گرد گھومتی ہے جو اپنے خلائی جہاز کے ذریعہ پاکستان کے ایک گاؤں میں اترتا ہے اور بابرا شریف کے مکان میں داخل ہو کر فریم میں آویزاں ایک تصویر کی سی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ بابرا شریف، اس کے اہل خاندان اور گاؤں کے دیگر افراد اس کے ساتھ بڑی اپنائیت سے پیش آتے ہیں۔ پھر اسے پتہ چلتا ہے کہ اس نے جس کی شکل اختیار کی ہے وہ بابرا شریف کا منگیتر شانی ہے جسے گاؤں کے زمیندار شمشیر خان نے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ نقلی شانی بابرا شریف کے لئے انصاف کی لڑائی لڑتا ہے اور زمیندار شمشیر خان کو اس کے گناہوں کی سزا دیتا ہے لیکن اس دوران وہ خود اس کی محبت میں گرفتار ہو جاتا ہے [95]۔

’سر کٹا انسان‘ کا پوسٹر

3۔ سر کٹا انسان (Sar Kata Insaan) : [1991]

ہدایت کار سعید رضوی کی یہ دوسری سائنس فکشن فلم تھی جو 1991ء میں ریلیز ہوئی۔ اس فلم کے مصنف اقبال رضوی تھے جب کہ موسیقار کمال احمد اور گیت کار قتیل شفائی تھے۔ غلام محی الدین نے سر کٹے انسان کا رول بڑی کامیابی سے نبھایا تھا۔

دیگراداکاروں میں بابراشریف، نیّر نور، اظہار قاضی، عجب گل، آغا تالش اورقوی خان وغیرہ تھے [96] ۔

اس فلم میں سر کٹا انسان دراصل ایک پاگل سائنسداں کے غلط تجربے کا نتیجہ تھا۔ تجربے کی غلطی سے وہ ایک monster کی شکل اختیار کر لیتا اور کافی تباہی مچاتا ہے۔شاید اس فلم کی کہانی 1818ء میں شائع ہونے والے Mary Shelley کے مشہور سائنس فکشن ناول Frankenstein سے متاثر ہو کر لکھی گئی تھی جس میں ایک مردے پر کئے جانے والے غلط سائنسی تجربات اسے ایک monster میں تبدیل کر دیتے ہیں ۔

4۔ کولاچی (Kolachi) :

یہ ایک زیر تکمیل فلم ہے جس کا ٹریلر تشہیر کے لئے www.youtube.com پر پیش کر دیا گیا ہے۔اپریل 2011ء سے اس فلم کی شوٹنگ شروع ہو چکی ہے۔ پاکستان میں بننے والی یہ پہلی بڑے بجٹ کی سائنس فکشن فلم ہے جس میں جدید تر کمپیوٹر ٹکنالوجی کا زبردست استعمال کیا جا رہا ہے۔ اس فلم کی کہانی پاکستان میں مقیم آسٹریلوی نژاد

فلم 'کولاچی' کا پرومو

Summer Nicks نے لکھی ہے جس میں گزشتہ پانچ سالوں میں بدلتے عالمی حالات کے شہر کراچی پر اثرات، ٹارگٹ کلنگ، بم دھماکے اوران تمام مسائل پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے جن کا یہ شہر سامنا کر رہا ہے جب کہ فلم کے اختتام میں کراچی کی مکمل تباہی و بربادی کو دکھایا گیا ہے۔اس فلم میں 60 فی صد انگریزی، 20 فی صد اردو اور 10 فی صد پنجابی زبانوں کا استعمال کیا گیا ہے۔فلم کے پروڈیوسرز سمر نکس، کریگ پیٹر جونس اور مہر جعفری ہیں جب کہ ہدایت کار منصور مجاہد ہیں[97] ۔

سائنس فکشن پر مبنی اردو رہندی ٹیلی ویژن سیریلز

سائنس فکشن فلموں کی بے پناہ کامیابی کو دیکھتے ہوئے ٹیلی ویژن کے پروڈیوسروں کو سائنس فکشن ٹی۔وی سیریز بنانے کا خیال آیا۔امریکہ اور یوروپ میں تو سائنس فکشن ٹی وی سیریلز عرصے سے کافی مقبول رہے ہیں۔ ٹیلی ویژن پر نشر ہونے والا، 35 منٹ کے دورانئے والا، دنیا کا پہلا سائنسی ٹی وی ڈرامہ R.U.R کے نام سے BBC ٹیلی ویژن پر 11رفروری 1938ء کونشر کیا گیا۔اس کے بعد برطانیہ میں ,Doctor Who UFO, Timeslip, The Tomorrow People, The Invisible Man وغیرہ جیسے بہت سارے سائنس فکشن ٹی وی سیریلز نے کافی مقبولیت حاصل کی۔

امریکہ میں پہلا سائنس فکشن سیریل 'Tales of Tomorrow' تھا جو امریکن براڈ کاسٹنگ کارپوریشن (ABC) نے 1951 سے 1953 کے درمیان نشر کیا تھا۔اس کے بعد کئی سائنس فکشن سیریل امریکن ٹی وی چینلوں پر نشر کئے گئے جن میں Voyage to the Bottom of the Sea, Lost in Space, Star Trek, Star Wars وغیرہ نے بے انتہا کامیابی حاصل کی۔

دنیا کے دیگر ممالک میں بھی ٹیلی ویژن کے لئے سیریلز بننے لگیں ایسے میں بھلا ہندوستان کیوں پیچھے رہتا۔ ہندوستانی سرکاری ٹیلی ویژن چینل، دوردرشن پر ہندوستان کا پہلا ٹی وی سیریل 'اندردھنُش' تھا۔اس کے بعد سے اب تک کئی سائنس فکشن سیریل نشر ہو چکے ہیں۔ ذیل میں ان سیریلز کی تفصیل پیش کی جارہی ہے۔

1۔ اندردھنُش (Indradhanush) [1988-89] :

اردو رہندی زبان میں یہ دنیا کا پہلا ٹی وی سیریل تھا جو 1989 میں دوردرشن پر نشر کیا جارہا تھا۔ اننت مہادیون اس سیریل کے ہدایت کار تھے اور گریش کرناڈ، اکشے آنند، کرن جوہر اور شِندے راجندر اس کے ستارے تھے۔ یہ وہ دور تھا جب ہندوستان میں کمپیوٹر ابھی نیا نیا آیا تھا اور PC (پرسنل کمپیوٹر) کا تو وجود ہی نہیں تھا۔ایسے میں اس سیریل میں چند اسکولی بچے ایک کمپیوٹر تیار کرتے ہیں۔ اسی کمپیوٹر کے ذریعہ ان کا رابطہ اینڈرومیڈا کہکشاں (Andromeda Galaxy) کے ایک شہزادے سے ہوتی ہے۔اس کے بعد کہانی میں بہت سارے واقعات ہوتے ہیں۔ایک دن ان میں سے ایک بچے کو ایک دوسری کہکشاں کا کوئی شخص اغوا کر لیتا ہے جو شہزادے کا دشمن ہے۔شہزادہ بچوں کو ایک ایسی مشین دیتا ہے جس کے ذریعہ Time Travel کیا جا سکتا ہے۔اس مشین کی مدد سے بچے ماضی کا سفر کرتے ہیں اور اپنے دوست کو بچا لیتے ہیں۔اپنی اس ٹائم مشین کی مدد سے بچے ایک طرف ماضی کا سفر کر کے ہندوستان کی آزادی کی جدو جہد کے دور میں پہونچ جاتے ہیں تو دوسری طرف مستقبل کا سفر بھی کرتے ہیں اور 2050ء میں پہونچ جاتے ہیں اور اس زمانے کی محیر العقول سائنسی ایجادات کو دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں۔

پہلا سائنس فکشن ہونے کی وجہ سے اس سیریل نے خاصی مقبولیت حاصل کی تھی۔ تھا تو یہ بچوں کا سیریل لیکن بڑے بھی اسے بہت شوق سے دیکھا کرتے تھے۔[98]

2۔ کیپٹن ویوم (Captain Vyom) [1990s] :

1990 کی دہائی میں دوردرشن پر نشر کیا جانے والا یہ دوسرا سائنس فکشن سیریل تھا جو اتوار کی صبح دس بجے نیشنل چینل پر نشر کیا جاتا تھا۔ بعد میں اسے SAB TV پر دوبارہ نشر کیا گیا اور ابھی حال میں Pogo TV پر بھی پیش کیا گیا ہے۔اس میں ملند سوم نے کیپٹن ویوم کا کردار نبھایا تھا۔

یہ ایک Future history ہے جس میں 2220ء کی کہانی پیش کی گئی ہے۔ اس سیریل میں دکھایا گیا ہے کہ انسان نے پورے نظام شمسی کو اپنے کنٹرول میں کرلیا ہے۔ پوری دنیا میں ایک عالمی حکومت (World Government) قائم ہے جس کی راجدھانی دہلی ہے۔نظام شمسی کے مختلف سیاروں پر خلائی اسٹیشن بنائے جاچکے ہیں۔ایسا ہی ایک خلائی اسٹیشن مشتری کے ایک چاند 'ایو' (Io) پر بھی قائم ہے۔ یہ دراصل ایک عالمی جیل ہے جہاں دنیا کے انتہائی خطرناک مجرموں کو قید کیا گیا ہے۔ان میں سے ہر مجرم اپنے فن کا ماہر ہے [99] ۔

کیپٹن ویوم

ایک دن ایک شہاب ثاقب اس خلائی اسٹیشن سے ٹکراتا ہے اور نتیجے میں وہاں کا سیکیوریٹی سسٹم تباہ ہو جاتا ہے۔جیل کے سارے قیدی جیل توڑ کر فرار ہو جاتے ہیں۔زمینی حکومت ایک افسر 'کیپٹن ویوم' کو یہ ذمہ داری سونپتی ہے کہ وہ مجرموں کو دوبارہ گرفتار کرے۔کیپٹن ویوم ایک بہادر اور عقلمند خلا نورد ہے ۔وہ اپنے خلائی جہاز 'اُلکا'

(Ulka) میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس مشن میں نکل پڑتا ہے اور بڑے تگ ودو کے بعد انہیں دوبارہ گرفتار کرلاتا ہے۔

اس سیریل میں پہلی بار ایسے کمپیوٹر گرافکس کا استعمال کیا گیا جو اسے قبل ہندوستانی ٹیلی ویزن پر کبھی نہیں دکھائے گئے تھے۔بچوں کا سیریل ہونے کے باوجود بڑوں میں بھی یہ بے انتہا مقبول تھا۔یہ اس سیریل کی مقبولیت ہی تھی کہ ڈائمنڈ کامکس نے اس سیریل کو Comic book کی شکل میں شائع کیا۔

'اسپیس سٹی سگما' کے چند مناظر

3۔ اسپیس سٹی سِگما (Space City Sigma) : [1989]

21 مئی 1989ء کو دوردرشن کے نیشنل چینل پر شروع ہونے والا یہ ٹی وی سیریل امریکی سیریز 'اسٹار ٹریک' کا ہندوستانی چربہ تھا۔اس سیریل میں نیوکلیر پاور سے چلنے والا، 'سگما' نامی ایک عظیم خلائی اسٹیشن، خلا میں تیر رہا ہے۔یہ اسٹیشن خلا میں اس دنیا کے

انسانوں کی آخری سرحد ہے جس کے آگے دوسری دنیا کی Aliens کی حکومت شروع ہوتی ہے ۔وہ لوگ انسانوں سے زیادہ ترقی یافتہ ہیں۔ان کا حکمراں 'زخاکو' (شیلیندر سریواستو) زمین پر حملہ کر کے اِسے اپنی سلطنت میں شامل کرنا چاہتا ہے لیکن اس کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ کمانڈر تارا (کرشن کانت) ہے جو اسپیس سٹی سگما کا لیڈر ہے۔اس کے ساتھ شکتی (سنجیو پوری) ایک Cyborg ہے یعنی آدھا انسان آدھا روبوٹ ۔کمانڈر تارا کی دوسری اہم ساتھی خوبصورت ہیری (سویتا بھاٹیا) ہے جو اسپیس سیٹی سگما کی افسر برائے اطلاعات ونشریات ہے۔ان کے علاوہ اسپیس سٹی سگما پر 'ٹیبا' (میتا وسشٹ) ہے جو ایک سائنسداں ہے، 'وارے' ایک انجینئر ہے، 'ڈاکٹر لوکا' ایک ڈاکٹر ہے، 'گوگو' ایک ننھا روبوٹ ہے۔ان کا دشمن 'زخاکو' ایک پاگل Alien سائنسداں ہے جو سائنس کا غلط استعمال کر کے پوری کائنات پر اپنی حکومت قائم کرنے کا خواہش مند ہے۔اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے وہ زمین اور اسپیس سٹی سگما پر طرح طرح کے حملے کرتا ہے۔کمانڈر تارا اور اس کے ساتھ اس کے حملوں کا جواں مردی سے مقابلہ کرتے ہیں۔ مثلاً ایک اپی سوڈ میں زخاکو ایک عجیب سا لجلجا سا جاندار (blob) سگما میں داخل کر دیتا ہے جو سگما والوں پر اچانک حملہ کر ان کے چہروں پر چپک جاتا ہے اور ان کی زندگی کو چوس لیتا ہے۔'زخاکو' سگما والوں کو پکڑ کر ان کی Brain washing کرتا ہے۔اس کام کے لئے وہ عجیب وغریب سائنسی آلات استعمال کرتا ہے [100] ۔

افسوس کہ یہ سلسلہ قائم نہیں رہ سکا اور اس کے بعد ٹی وی سیریلز کے پروڈیوسروں کی پوری توجہ صرف ''ساس بہو'' سیریلز پر مبذول ہو کر رہ گئی اور پھر کوئی سائنس فکشن سیریل نہیں بنایا گیا۔

سائنس فکشن پر مبنی اردو تھیٹر

سائنس فکشن کو فلموں یا ٹی وی کے پردے پر پیش کرنا آسان ہے کیونکہ وہاں

کیمرہ، سیٹ، ٹرک فوٹوگرافی، کمپیوٹر گرافکس اور دیگر جدید آلات موجود ہوتے ہیں لیکن اسٹیج کے لئے یہ ایک مشکل امر ہے۔ یہاں سب کچھ Live ہوتا ہے۔ ناظرین کی نظروں کے سامنے ہی آپ کو سب کچھ کرنا ہے۔ تھوڑی بہت مدد آپ اسٹیج لائٹنگ اور میوزک سے لے سکتے ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ سائنس فکشن کو اسٹیج کرنے کا خیال اب تک کسی کے ذہن میں نہیں آیا تھا۔ اس سلسلے میں اولیت کا سہرا لاہور، پاکستان کے طلال علی جان کے سر ہے۔ انہوں نے اِسی سال فروری میں اردو کا پہلا سائنس فکشن ڈرامہ اسٹیج کیا ہے۔

دنیا کا پہلا اردو سائنس فکشن ڈراما ''تیسری آنکھ'' :

3/فروری 2012ء کو شام 6 بجے سے 5/فروری 2012ء رات 8 بجے تک گوجرانوالہ، لاہور کے علی آڈیٹوریم میں دنیا کا پہلا اردو سائنس فکشن ڈراما 'تیسری آنکھ' کے شوز اسٹیج کئے گئے۔

'تیسری آنکھ' لاہور الما اور دی تھیئٹر ہَب کی مشترکہ پیش کش ہے جو اس سے قبل ''جال'' اور ''نظام سقہ'' جیسے کامیاب ڈرامے پیش کر چکے ہیں۔ 'تیسری آنکھ' کے ہدایت

ڈرامہ 'تیسری آنکھ' کی پوری ٹیم

کارطلال علی جان ہیں جب کہ جودت ارتضٰی، زین زبیر قاضی، زین احمد، محمد عثمان، ایلیزہ عرفان اور اریبہ عرفان نے اس ڈرامے کے مختلف کردار نبھائے ہیں۔

اسٹیج پر جدید انداز کی لائٹنگ، شاندار سیٹس، پروجیکٹر کا استعمال اور شاندار لائیو میوزک نے ناظرین پر جادو کر دیا تھا۔ڈرامے کی کہانی تیسری جنگ عظیم سے ہونے والی تباہ کاریوں کے بعد بچے کھچے انسانوں پر ایک دوسرے سیارے کی مخلوق (Alien) کے حملے اور اس سے مقابلے پر مبنی ہے۔ مجموعی طور پر اس ڈرامے کو کافی پسند کیا گیا اور اسے دیکھنے کے لئے شائقین کی ایک بڑی بھیڑ آڈیٹوریم پہونچی تھی۔[101] [102]

حرف آخر

زیر نظر مقالے میں اردو سائنس فکشن کا دنیا کی کئی زبانوں کی سائنس فکشن کے ساتھ ایک تقابلی جائزہ لیا گیا ہے تا کہ ہم اردو سائنس فکشن کا ایک مقام متعین کر سکیں ۔ ہمیں یہ اندازہ ہو سکے کہ اردو سائنس فکشن دنیا کی دیگر زبانوں کی سائنس فکشن کے مقابلے میں کہاں ہے۔

مغربی زبانوں میں انگریزی اور فرانسیسی زبانیں اس صنف کی موجد ہیں۔دنیا کے اولین حقیقی سائنس فکشن انہیں زبانوں میں تخلیق کئے گئے۔فرانسیسی زبان کے جولس ورن اور انگریزی کے ایچ۔جی۔ویلس کے مقام کو شاید کوئی چھو بھی نہ پائے گا۔انہی دونوں مصنفین نے سائنس فکشن کو ایک باقاعدہ اور سنجیدہ صنف کا درجہ دلوایا۔آج کے دور میں بھی سائنس فکشن کے سب بڑے مصنف آئزک ایسیمو کا تعلق انگریزی سے ہی ہے۔

جرمنی میں سائنس فکشن دیر سے لکھا جانا شروع ہوا لیکن بہت جلد اس نے اپنے قدم جما لئے اور آج جرمنی بھی اس صنف میں بہت آگے ہے۔ Kurd Lasswitz اور Hans Dominik جیسے پائے کے سائنس فکشن نگار یہاں پیدا ہوئے جب کہ روسی زبان میں سائنس فکشن کی صنف اوسط درجے پر ہے۔

مشرقی زبانوں میں عربی کی حالت کچھ بہتر کہی جا سکتی ہے۔دنیا کی تقریباً 20

ملکوں کے 30 کڑوڑ لوگ عربی بولتے ہیں۔ان میں سے تقریباً ہر ملک میں کچھ نہ کچھ سائنس فکشن لکھا جارہا ہے۔سب سے بہتر حالت مصر کی ہے جہاں کئی اچھے سائنس فکشن نگار موجود ہیں اور مسلسل سائنس فکشن لکھ رہے ہیں۔ دوسری طرف فارسی زبان میں سائنس فکشن کی حالت نہایت ہی خستہ ہے۔ بادشاہت کے دور میں اس صنف کو بادشاہت کے لئے خطرہ سمجھا گیا اور انقلاب کے بعد اسلامی جمہوری حکومت نے اسے غیر اسلامی صنف قرار دیا۔نتیجہ یہ ہے کہ یہ صنف بالکل ہی کچل کر رہ گئی۔صرف چند دیوانے اسے اپنائے ہوئے ہیں اور انٹرنیٹ پر اپنی سی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں۔جاپانی زبان میں سائنس فکشن کی حالت اوسط کہی جاسکتی ہے جب کہ چین میں اس صنف کو سرکاری پابندیوں کے سلاسل میں بری طرح جکڑ دیا گیا ہے۔

ہندوستانی زبانوں میں سب سے بہتر حالت بنگلہ سائنس فکشن کی ہے۔اس زبان میں خوب لکھا جا رہا ہے۔ستیہ جیت رائے جیسا عظیم سائنس فکشن نگار بنگلہ میں پیدا ہوا۔دوسری طرف مراٹھی کی حالت بھی کچھ اچھی کہی جائے گی۔ جینت نارلیکار اور بال پھوندکے اس صنف کو زندگی بخشنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔لیکن ہندوستان کی دیگر زبانیں مثلاً گجراتی،اڑیا اور تیلگو وغیرہ اس صنف کے معاملے میں بہت پیچھے ہیں۔

ان سب زبانوں کی سائنس فکشن کا مقابلہ ہم جب اردو سے کرتے ہیں تو ہمیں یہ لگتا ہے اردو میں سائنس فکشن کی حالت اتنی بری نہیں ہے۔ ہاں اس صنف میں Pure Science Fiction لکھنے والے لوگ بہت کم پیدا ہوئے ہیں لیکن جاسوسی یا ایڈونچر ناولوں میں سائنس فکشن کی آمیزش کر کے لکھنے والوں نے بہت کام کیا ہے اور انہیں عوام میں بے انتہا مقبولیت بھی نصیب ہوئی ہے۔ابن صفی،اظہار اثر اور مظہر کلیم اس کی جیتی جاگتی مثالیں ہیں۔ان کے علاوہ مختلف ادوار میں مختلف مصنفین نے اس صنف میں طبع آزمائی کی

ہے اور اس لحاظ سے اس صنف کا دامن بہت وسیع ہے۔ اس صنف میں فلمیں اور ٹی وی سیریلز بھی بنائے جاتے رہے ہیں، حال ہی میں سائنس فکشن ڈرامے کی بھی بنیاد پڑ چکی ہے۔ مجموعی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس صنف کا دامن تنگ نہیں ہے۔

لیکن کیا اردو سائنس فکشن کا مستقبل روشن ہے؟

آج سے تقریباً تیس چالیس سال قبل تک ہندوپاک میں پاپولر لٹریچر بہت شان سے چھپتا تھا اور ہاتھوں ہاتھ بِکتا بھی تھا۔ جاسوسی ناول، تاریخی ناول، مہماتی ناول، خوفناک ناول، جادوئی ناول، رومانی ناول، معاشرتی ناول اور جنسیاتی ناول سب تھے۔ ابن صفی، اکرم الہٰ آبادی، اظہار اثر، جمیل انجم، ایچ اقبال وغیرہ کے ناولوں کی زبردست مانگ تھی۔ ابن صفی کے ناول تو بُک اسٹالوں پر بلیک میں بکتے تھے۔ کتابوں کی کھپت بہتر تھی تو مصنفین کی آمدنی بھی اچھی ہوتی تھی۔ اس زمانے میں اردو میں 'پیشہ ور مصنف' (Professional writer) کا تصور موجود تھا۔ ان دنوں ایک شخص تصنیف کو بطور پیشہ اختیار کر سکتا تھا اور اگر واقعی اسے مقبولیت نصیب ہو جاتی تو صرف ناول نگاری کر کے شاندار زندگی گزار سکتا تھا۔ ابن صفی، اکرم الہ آبادی اور اظہار اثر اس کی بہترین مثالیں ہیں۔ حالت یہ تھی کہ ایک مصنف اگر مقبول ہوتا تو کئی ملتے جلتے ناموں والے نقلی مصنف پیدا ہو جاتے۔

یہ بالکل ویسا ہی دور تھا جیسا یورپ اور امریکہ میں 'سستے ناولوں' (Dime novels) کا دور گزر چکا تھا۔ اردو میں بھی سستے پاکٹ بکس کی بھرمار تھی۔ ہر قسم کے پاکٹ بکس دستیاب تھے۔ یہ وہ دور تھا جب جاسوسی ادب اپنے عروج کی انتہا پر تھا۔ جاسوسی ادب میں ہی گھل مل کر سائنس فکشن بھی لوگوں تک پہونچ رہا تھا۔ حالات اگر

مزید دس بیس برسوں تک ایسے ہی رہتے تو عین ممکن تھا کہ اردو میں بھی اعلیٰ اور معیاری سائنس فکشن(True Science Fiction) لکھا جانے لگتا۔

آج تصویر کا ایک رخ یہ بھی ہے کہ نئی نسل اب سائنس پڑھ رہی ہے۔ ہماری روز مرہ کی زندگی میں سائنس کا دخل اس قدر بڑھ گیا ہے کہ سائنس اب کوئی عجیب وغریب، مشکل اور سمجھ میں نہ آنے والا علم نہیں رہ گیا۔نئی نسل نے سائنس کو پورے طور پر اپنا لیا ہے۔ایسے میں اگر پاپولر لٹریچر کی مقبولیت کا عالم وہی رہتا تو اس کا بڑا حصہ اب تک سائنس فکشن کی طرف مڑ گیا ہوتا۔

لیکن افسوس کہ ایسا نہیں ہوا۔ٹی وی ایک عفریت کی طرح آیا اور کتابوں کو نگل گیا۔ پاپولر لٹریچر کی اشاعت بند ہوگئی کیونکہ کوئی خریدنے والا نہ رہا۔بڑے بڑے بک ڈپو بند ہوگئے۔رسالوں کے دفاتر پر تالے پڑ گئے۔پبلک لائبریریاں ویران ہوگئیں۔مطالعے کی عادت چھوٹ گئی، کتابیں ہاتھوں سے گر گئیں اور نگاہیں ٹی وی کے اسکرین سے چپک کر رہ گئیں۔

ادب کی عوامی مقبولیت کے ختم ہونے کا بالواسطہ اثر سائنس فکشن پر بھی پڑا۔ایک صنف جو اپنے عروج کی طرف رواں دواں تھی اس کی رفتار اچانک رک گئی۔Professional writer کا تصور کم از کم ہندوستان میں تو ختم ہو ہی چکا ہے۔آج یہاں اعلیٰ پائے کا ادب تو شائع ہو رہا ہے لیکن وہ عوام کے لئے نہیں ہے بلکہ خواص کے لئے ہے۔عام لوگ مطالعے کی لت سے (شاید ہمیشہ کے لئے) نجات پا چکے ہیں۔

پاکستان میں Professional writing فی الحال جاری ہے۔ڈائجسٹوں نے ایم اے راحت، محی الدین نواب، کاشف زبیر، الف صدیقی، پرویز بلگرامی وغیرہ جیسے Professional writers کو زندہ رکھا ہے۔مظہر کلیم اور اشتیاق احمد جیسے مصنفین کے نام بھی اپنی پوری آب وتاب سے پاکستان کے عوامی ادب کے آسمان پر چمک رہے ہیں۔

پاکستان میں پاپولر لٹریچر کی اشاعت جاری ہے تو اس کے پہلو میں، سست رفتاری سے ہی سہی، سائنس فکشن بھی چل رہی ہے۔ خالص سائنس فکشن تو نہیں لیکن جاسوسی اور ایڈونچر کی آمیزش کے ساتھ سائنس فکشن بھی پنپ رہا ہے۔

لیکن کب تک؟

کیا ہندوستان کی طرح پاکستان میں بھی سناٹا چھا جائے گا؟

ابھی کچھ بھی کہنا قبل از وقت ہوگا۔ یہ آنے والا وقت بتائے گا کہ اردو سائنس فکشن کی حالت فارسی، گجراتی، تیلگو اور اڑیا زبانوں کے جیسی ہو جائے گی یا یہ بنگلہ اور مراٹھی کی طرح پھولے پھلے گی۔

حوالے

1. Cambridge Academic Content Dictionary, 2012
2. Oxford Advanced American Dictionary, 2012
3. The American Heritage College Dictionary, Fourth Edition, 2002
4. Encyclopedia Britannica, 2011

5- http://en.wikipedia.org/wiki/Science_Fiction

6. The Oxford Dictionary of Science Fiction, by Jeff Prucher,
   Oxford University Press
7. Rod Serling, TV Series: "The Twilight Zone", Episode:
   "The Fugitive" American television, 09 March, 1962

8- http://en.wikipedia.org/wiki/Clarke's_three_laws

9. http://file770.com/?p=710
10. http://www.mania.com/scifi-legend-forrest-j-ackerm
    /an-passes-away_article_111612.html
11. http://en.wikipedia.org/wiki/Science_Fiction
12. Fredericks, S.C.: “Lucian's True History as SF”,
    Science Fiction Studies, Vol. 3, No. 1 (March 1976), pp. 49-60
13. VIDEO : Carl Sagan on Johannes Kepler's persecution :
    http://www.youtube.com/watch?v=lAVeTFin0mU&feature=related
14. Encyclopedia Britannica, 2011
15. http://en.wikipedia.org/wiki/Golden_Age_of_Science_Fiction
16. http://en.wikipedia.org/wiki/New_Wave_science_fiction

17- http://en.wikipedia.org/wiki/Frankenstein

18- http://en.wikipedia.org/wiki/History_of_science_fiction

19- Science Fiction, RogerLuckhurst, Cambridge, UK, 2005, pp 30-45

20- http://en.wikipedia.org/wiki/Pulp_magazine

21- "Amazing World of Science Fiction", Science Reporter, March 2011 pp- 8-13

22- http://en.wikipedia.org/wiki/ Golden_Age_of_Science_Fiction

23- http://en.wikipedia.org/wiki/ New_Wave_(science_fiction)

24- http://www.kuro5hin.org/story/2003/5/5/62620/94512/

25- http://en.wikipedia.org/wiki/Jules_Verne

26- http://en.wikipedia.org/wiki/Voyages_Extraordinaires

27- http://en.wikipedia.org/wiki/French_science_fiction

28. http://www.concatenation.org/ europe/german_science_fiction_before_ww2.html

29. http://io9.com/5199772/ german-sf-through-two-world-wars-and-the-berlin-wall

30. http://nova-sf.de/internova/?p=344

31. Science Fiction Literature in East Germany, Sinja Fritzsche, Peter Lang AG, 2006 pp 39-103

32. http://en.wikipedia.org/wiki/ Category:German_science_fiction_writers

33- http://en.wikipedia.org/wiki /Russian_science_fiction_and_fantasy

34- http://en.wikipedia.org/wiki/Arabic_literature#Science_fiction

35- http://en.wikipedia.org/wiki/Utopia

36- http://en.wikipedia.org/wiki/Arabic_literature#Science_fiction

37- Dr. Abu Shadi Al-Roubi (1982), "Ibn Al-Nafis as a philosopher", Symposium on Ibn al-Nafis, Second International Conference on Islamic Medicine: Islamic Medical Organization, Kuwait

38- The Encyclopedia of Science Fiction, John Clute & Peter Nicholls, 2nd Edition; 2007

39- The Oxford Guide to Contemporary World Literature, Ed: John Sturrock, Oxford University Press, 1996

40- http://www.guardian.co.uk/commentisfree/2009 /jul/30/arab-world-science-fiction

41- http://islamscifi.com/achmed-khammas-on-the -almost-complete-lack-of-the-element-of-futureness/

42- http://english.fantasy.ir/

43- http://worldsf.wordpress.com/2012/30/14/ science-fiction-and-fantasy-in-iran/

44- http://tehrantimes.com/arts-and-culture /94218-tehran-2121-completed

45- http://en.wikipedia.org/wiki/Science_fiction_in_China

46- http://en.wikipedia.org/wiki/Japanese_science_fiction

47- Arvind Mishra, "International Conference on Science Communication for Scientific Temper" held on 10 - 12 January 2012 at NASC Complex, PUSA, New Delhi,India http://indiascifiarvind.blogspot.in/2012/01/ mythological-ideas-for-sf-story-themes.html

48- http://nova-sf.de/internova/?p=382

49- http://en.wikipedia.org/wiki/Bengali_science_fiction

50- The Encyclopaedia Of Indian Literature (Volume Five) ,
Sahitya Akademy 1992, pp 3889-90

51- The Encyclopaedia Of Indian Literature (Volume Five) ,
Sahitya Akademy 1992, pp 3892-95

52- The Encyclopaedia Of Indian Literature (Volume Five) ,
Sahitya Akademy 1992, pp 3890

53- The Encyclopaedia Of Indian Literature (Volume Five) ,
Sahitya Akademy 1992, pp 3895

54- The Encyclopaedia Of Indian Literature (Volume Five) ,
Sahitya Akademy 1992, pp 3895-96

55- http://en.wikipedia.org/wiki/
History_of_science_fiction_films

56- http://www.filmsite.org/voya.html

57- https://www.youtube.com/watch?v=_FrdVdKlxUk

58- http://www.filmsite.org/sci-fifilms.html

59- https://www.youtube.com/watch?v=TcLxsOJK9bs

60- https://www.youtube.com/watch?v=Za2ALUI97EA

61- http://io9.com/5723075
/55-science-fictionfantasy-movies-to-watch-out-for-in-2011

62- The Standard English-Urdu Dictionary ,
Abdul Haq, J. S. Sant Singh & Sons, 1980

63- Jami English - Urdu Dictionary; Vol- V Prif. Kalimuddin Ahmad,
National Coucil for Promotion of Urdu Language,

64- Froz-ul-Lughat Urdu Jame, Molvi Ferozuddin,
J. S. Sant Singh & Sons, 1976

65- DAWN English Daily, Karachi, Pakistan, 28th July 2004 /

[internet Edition; http://dawn.com]

66- http://www.sf-foundation.org/publications/essays/walker.html

67- MusalmanoN ki scienci pasmandgi - Manzar Pas manzar ; Abdul Wadood Ansari, pp-29

68. http://www.history-science-technology.com/articles /articles%208.htm

69- http://hindisciencefiction.blogspot.in/2011/12/blog-post_28.html

70- The Encyclopaedia Of Indian Literature (Volume Five) , Sahitya Akademy 1992, pp 3896

71- http://ahtishamkhurshid.blogspot.in/2012/06/waqt -ka-musafir-by-muhammad-adil.html

72- http://pu.edu.pk/images/cv/1309422836376.pdf

73- http://www.deccanherald.com/content/141281 /content/219231/ipl-2012.html

74- http://www.mediafire.com/?t9ak536r6mhsg01

75- http://205.196.123.188/m8lh0ehl6ecg/k6iiezwrmgjpking /Zinda+Zameen.rar

76- http://downloads.ziddu.com/downloadfile/8509605 /aathwan-ajooba.pdf.html

77- Nadim Akhtar's Blog: 19.07.2011 : http://my.opera.com/nadeemly/blog/show.dml/32591472

78- http://www.urdudost.com/kainaat/42_may05/kainaat.html

79- http://en.wikipedia.org/wiki/Science_fiction_films_in_India

80- http://movies.bollysite.com/movie/mr-x-1957.html

81- http://en.wikipedia.org/wiki/Mr._X_in_Bombay

82- http://www.imdb.com/title/tt0155370/

83- http://www.hindilinks4u.net/2011/09/trip-to-moon-1967.html

84- http://www.ahashare.com/torrents-details.php?id=239610

85- http://en.wikipedia.org/wiki/Mr._India

86- http://en.wikipedia.org/wiki/Koi..._Mil_Gaya

87- http://en.wikipedia.org/wiki/Jaane_Hoga_Kya

88- http://en.wikipedia.org/wiki/Cloning

89- http://en.wikipedia.org/wiki/Krrish

90- http://en.wikipedia.org/wiki/Love_Story_2050

91- http://en.wikipedia.org/wiki/Action_Replayy

92- http://en.wikipedia.org/wiki/Enthiran

93- http://en.wikipedia.org/wiki/Ra.One

94- http://www.citwf.com/film327192.htm

95- http://www.imdb.com/title/tt0251394/

96- http://www.imdb.com/title/tt0237697/

97- http://en.wikipedia.org/wiki/Kolachi_(film)

98- http://en.wikipedia.org/wiki/Indradhanush

99- http://www.facebook.com/pages/Captain-Vyom /109424849083551

100- http://8ate.blogspot.in/2011/05/space-city-sigma-1989.html

101- http://allevents.in/Lahore/Teesri-Aankh/343182295700966

102- Video Clip of ENEWS of A-Plus Channel ; 03, Feb 2012; available at http://www.youtube.com

103- http://en.wikipedia.org/wiki/Joker_(2012_film)

سائنس فکشن کی ایک جانب فنٹاسی (Fantasy) ہے یعنی ''ناممکن تصورات کا ادب''.......تو دوسری جانب ادب کی بقیہ جملہ اصناف ہیں جو ''حقیقت'' کو پیش کرتی ہیں.....اور ان دونوں انتہاؤں کے درمیان ،سائنس فکشن ادب کی وہ صنف ہے جو ''ممکن کا تصور'' پیش کرتی ہے۔اس کی سرحدیں ہماری اس دنیا سے کائنات کی ان آخری حدوں تک پھیلی ہوئی ہیں جہاں تک انسانی تخیل کی پرواز اسے لے جاسکتی ہے خواہ وہ ماضی ہو، حال ہو یا مستقبل یا پھر زمان ومکاں کی کوئی اور ہی صورت۔

خورشید اقبال

Urdu Mein Science Fiction Ki Riwayat

Khurshid Eqbal